# قابلِ رشک خواتین

مسلمان بہنوں کے لیے زندگی کے ہر پہلو سے
متعلق رہنمائی فراہم کرنے والی
ایک منفرد تحریر

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاہور۔ کراچی (پاکستان)

بارگاہِ الٰہی کی مقبول خواتین کے ایمان افروز واقعات
اوران سے حاصل ہونے والے نصیحت وعبرت کے
مدنی پھولوں پر مشتمل ایک بہترین تالیف

# قابلِ رشک خواتین

مؤلف

حضرت علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

دامت برکاتہم العالیہ



مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
042-7247301-0300-8842540

786

92

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ




| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ——— | قابلِ رشکِ خواتین |
| مؤلف | ——— | علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی |
| صفحات | ——— | 208 |
| ہدیہ | ——— | روپے |
| اشاعت اول | ——— | اکتوبر 2001ء |


## ﴿توجہ فرمائیں﴾

آپ سے مدنی گذارش ہے کہ خط وکتابت کے لئے آئندہ درجِ ذیل پتے کو استعمال کریں نیز ہماری کتب بھی (پرچون وہول سیل) یہاں سے طلب فرمائیں۔




مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

042-7247301-0300-8842540

۷۸۶
۹۲

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

# مجلس برائے تفتیش کتب

تاریخ: ۳ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ............ حوالہ: ۰۵۷

## تصدیق نامہ

الحمد للہ عزوجل تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

**''قابل رشک خواتین''**

پر **المدینة العلمیة** کے ماتحت، مجلسِ تفتیش کتب ورسائل کی جانب سے حتی الامکان احتیاط وتوجہ کے ساتھ نظرِ ثانی کی گئی ہے۔ مجلس نے اس کتاب کو عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے۔



| بیان نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ☆☆ | عرضِ ناشر.................. | 9 |
| 1 | حیاء تو نہیں گئی.................. | 11 |
| 2 | پاکیزہ دامن کا دھاگہ.................. | 14 |
| 3 | شرعی تقاضے کی تکمیل.................. | 16 |
| 4 | ہر مصیبت ہیچ ہے.................. | 19 |
| 5 | اللہ و رسول (ﷺ) کی رضا پر راضی.................. | 21 |
| 6 | صرف تین دن غوگ ہے.................. | 24 |
| 7 | شرعی حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم.................. | 26 |
| 8 | باریک دوپٹہ.................. | 28 |
| 9 | بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی.................. | 30 |
| 10 | آگ کے کنگن.................. | 32 |
| 11 | نیک شوہر یا مال.................. | 34 |
| 12 | بری صحبت کا وبال.................. | 37 |
| 13 | حقوق اللہ اور حقوق العباد.................. | 39 |

| بیان نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 14 | آخرت کی تیاری.................... | 41 |
| 15 | مخلوق کے خوف سے بے نیازی.................... | 44 |
| 16 | بچہ آرام سے ہے.................... | 46 |
| 17 | دین پر استقامت کی برکت.................... | 49 |
| 18 | عطر بد بودار ہے.................... | 53 |
| 19 | مُردوں کے ثواب میں حصہ.................... | 59 |
| 20 | کیا میرا بیٹا جنت میں ہے؟.................... | 63 |
| 21 | قابلِ رشک ماں.................... | 65 |
| 22 | صبر کی پہاڑ.................... | 68 |
| 23 | اللہ عزوجل کی غیبی مدد.................... | 72 |
| 24 | روٹی رہے گی......یا......میں.................... | 77 |
| 25 | اے اللہ! شیطان سے بچا.................... | 82 |
| 26 | قابلِ رشک مرتبہ.................... | 85 |
| 27 | اللہ عزوجل کا وعدہ.................... | 89 |

| بیان نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 28 | روحانی قربانی........................................ | 92 |
| 29 | جنتی عورت........................................ | 96 |
| 30 | اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) خوب جانتے ہیں......... | 101 |
| 31 | کبھی کلام نہ کروں گی........................................ | 104 |
| 32 | سوال کی برکت........................................ | 107 |
| 33 | یہ رسول اللہ (ﷺ) کا جبہ ہے........................ | 110 |
| 34 | مسجدِ نبوی میں نماز پڑھو........................................ | 112 |
| 35 | بعدِ وفات پردہ........................................ | 114 |
| 36 | رونے کا اصلی سبب........................................ | 117 |
| 37 | صبر اور نماز سے مدد چاہو........................................ | 120 |
| 38 | شوہر کو صدقہ........................................ | 121 |
| 39 | انصاف کا تقاضا........................................ | 125 |
| 40 | دن میں کھانا کیونکر پک سکتا ہے؟........................ | 127 |
| 41 | والدہ کی طرف سے حج........................................ | 129 |

| بیان نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 42 | رحمت کے فرشتے نہیں آتے........................ | 132 |
| 43 | درمیان میں نہ چلا کرو........................ | 134 |
| 44 | شہزادئ کونین رضی اللہ عنہا اور گھر کا کام............ | 136 |
| 45 | چاندی کے کنگن........................ | 139 |
| 46 | چراغ بجھا دینا........................ | 142 |
| 47 | یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شفا دے دیجئے......... | 145 |
| 48 | ایک دن عطا کیجئے........................ | 148 |
| 49 | وجوہاتِ غم........................ | 151 |
| 50 | تکلیف کا احساس نہ رہا........................ | 155 |
| 51 | ایک دروازہ رہ گیا........................ | 158 |
| 52 | کچھ طلب کرنا باعثِ ندامت ہے........................ | 161 |
| 53 | کیا اللہ عزوجل ہمیں بھول گیا؟........................ | 163 |
| 54 | اب روزِ قیامت ہی ملاقات ہوگی........................ | 167 |
| 55 | میری بیٹی سے نکاح کرنا ہوگا........................ | 170 |

| بیان نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| 56 | مجھے اللہ کا خوف ہے........................ | 173 |
| 57 | قابلِ عمل نصیحت........................ | 175 |
| 58 | جواب لاجواب........................ | 178 |
| 59 | میں عبادت کیوں نہ کروں؟........................ | 181 |
| 60 | ہر غم کی دوا........................ | 184 |
| 61 | حکمت اور گناہ سے دوری........................ | 187 |
| 62 | نورانی اور بابرکت لباس........................ | 189 |
| 63 | اللہ تعالی مجھے ان میں شمار فرمائے........................ | 191 |
| 64 | جہنم کی آگ پر صبر نہیں ہوسکتا........................ | 195 |
| 65 | آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں........................ | 199 |
| 66 | مسلمان بہنوں کی حوصلہ افزائی ورہنمائی کے لئے کنز العمال سے اخذ شدہ چند احادیثِ کریمہ | 203 |
| 67 | مصنف کی دیگر کتب کی فہرست | 207 |

## عرضِ ناشر

اگر بازار میں میسر دینی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر' مسلمان بھائیوں کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں، جن سے ضمنی طور پر مسلمان بہنیں بھی استفادہ کی سعادت حاصل فرما رہی ہیں۔ خصوصی طور پر مسلمان بہنوں کے لئے لکھی گئی کتب کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

اسی کمی کو محسوس کرتے ہوئے، علامہ مولانا محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی نے ''قابلِ رشک خواتین'' کے نام سے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اور اپنی شدید و کثیر مصروفیات کے باوجود بہت قلیل وقت میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کرلی۔

اس کتاب میں زمانۂ قدیم کی بزرگ خواتین کے واقعات کو درج کرنے کے بعد حاصلِ مطالعہ کے عنوان کے تحت ان سے حاصل ہونے والے نکات اور دیگر نصائح تحریر کی گئی ہیں، نیز کسی مقام پر موقع محل کے حساب سے موجودہ دور کی مسلمان بہنوں کی کوتاہیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

گو کہ اس کتاب کی مخاطب، ہماری مسلمان بہنیں ہی ہیں، لیکن اگر مسلمان بھائی بھی اسے زیرِ مطالعہ رکھیں تو گھر کی خواتین کی اصلاح کے سلسلے میں بہت فائدہ مند محسوس فرمائیں گے، جیسا کہ مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔

ہماری ہر مسلمان بھائی اور بہن سے گزارش ہے کہ اولاً اس کتاب کا خود مطالعہ کریں اور پھر اگر اسے اصلاحِ معاشرہ کے سلسلے میں مفید تصور فرمائیں تو

دیگر مسلمانوں کو بھی اس کی ضرور ضرور ترغیب دیں، ان شاء اللہ آپ کے لئے بھی ثوابِ جاریہ کے دروازے کھل جائیں گے۔

مطالعہ فرمانے والی مسلمان بہنوں سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر یہ تحریر آپ کے معیار پر پوری اترنے میں کامیابی حاصل کرلے تو برائے کرم، گھر کے کسی مرد کے ذریعے، بذریعہ خط ہمیں اپنے تاثرات سے ضرور آگاہ فرمائیں، تاکہ آئندہ بھی اس قسم کی مزید کوششوں کے بارے میں سوچا جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو جمیع اہلِ سنت والجماعت کے لئے باعثِ برکت وسببِ نجات بنائے۔ امین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

خادمِ مکتبۂ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ)

محمد اجمل قادری عطاری

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ بمطابق 9 ستمبر 2001ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

## {1} حیاء تو نہیں گئی......

مروی ہے کہ ایک خاتون ام خلّاد، اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ جو دین اسلام کی راہ میں شہید ہو چکا تھا۔ انھیں اس طرح دیکھ کر سرکار دوعالم (ﷺ) کے اصحاب میں سے کسی نے کہا کہ "آپ اس حال میں اپنے بیٹے کے متعلق پوچھنے آئی ہیں کہ نقاب ڈالی ہوئی ہے؟" (یہ سن کر) اس پردہ نشین خاتون نے کہا، اگر میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا میری حیا تو نہیں گئی۔"

﴿ابوداؤد۔ کتاب الجہاد، صفحہ ۳۳۶، جلد اول﴾

### [حاصل مطالعہ]

کسی قریبی عزیز کی موت انسان کے لئے کس قدر صدمے کا باعث بنتی ہے، اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جسے اس قسم کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ ایسے موقع پر عموماً مسلمان بہنوں کے ہوش وحواس قابو میں نہیں رہتے، لھذا بسا اوقات تو انھیں معلوم ہی نہیں چلتا کہ ان سے کن افعال کا صدور ہو رہا ہے ..یا..وہ کیا بول رہی ہیں....اور جب اپنا ہی ہوش نہ ہو تو شرعی احکام کی پاسداری کا لحاظ رکھنا تو دور کی بات ہے.........

لیکن یہ صورتِ حال عوام الناس کے اعتبار سے ہے۔ خواص، خصوصاً

ہماری اسلاف کرام کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ انھیں کیسی ہی سخت آزمائش کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑتا، وہ نہ صرف اپنے ہوش وحواس قابو میں رکھا کرتی تھیں بلکہ شرعی احکام کا لحاظ بھی پیشِ نظر رہا کرتا تھا۔ جیسا کہ ام خلاد (رضی اللہ عنھا) کے مذکورہ ایمان افروز واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ہمیں بھی ''خواص میں شمولیت کی خاطر'' اسی طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے اس قسم کے مواقع پر خوب ہمت کے ساتھ شرعی احکام کو اہمیت دینی چاہیئے، چنانچہ کوئی کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو، نہ تو زبان پر شکوہ شکایت جاری ہو اور نہ ہی پردے کی جانب سے لاپرواہی۔ ان شاء اللہ عزوجل اس صبر وتحمل اور احکامِ شرعیہ کے لحاظ کی بناء پر ڈھیروں ثواب ہاتھ آئے گا۔

ام خلاد (رضی اللہ عنھا) کا یہ واقعہ ان اسلامی بہنوں کے لئے خصوصاً تازیانۂ عبرت ہے کہ جو عالمِ امن وہوش میں ہوتے ہوئے بھی پردے کی قید سے خود کو آزاد کروانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ خصوصاً آپ کا جملہ،

''میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا میری حیاء تو نہیں گئی۔''

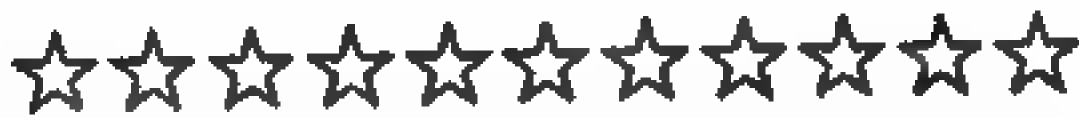
بہت توجہ کا طالب ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفوسِ قدسیہ بے پردگی کو بے حیائی تسلیم کیا کرتی تھیں۔ حالانکہ آج اسے بے حیائی نہیں بلکہ جدید دنیا کے ساتھ چلنے کے لئے لازمی جزو سمجھا جانے لگا ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس چیز میں اللہ اور اس کے حبیب (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی ہو مسلمان بہنیں اسے اپنے لئے لازم وضروری تصور

کرنا شروع کر دیں........ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قہر و غضب سے محفوظ فرمائے۔

کاش! جدید دور کی مغرب سے متاثر شدہ مسلمان بہنیں غیر مسلموں کو نہیں بلکہ اپنی اسلاف کرام کو مشعلِ راہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتیں........................

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اسلاف کرام کے کارناموں کو جاننے اور ان کی پیروی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {2} پاکیزہ دامن کا دھاگہ......

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی، لوگوں نے بہت دعائیں کیں مگر بارش نہ ہوئی۔ پھر حضرت شیخ نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی والدہ محترمہ کے پاکیزہ دامن کا ایک دھاگہ اپنے ہاتھ میں لے کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی ''یا اللہ عزوجل! یہ اس خاتون کے دامن کا دھاگہ ہے جس پر کبھی بھی کسی نامحرم کی نظر نہ پڑی، اس کے طفیل بارانِ رحمت عطا فرما۔'' ابھی شیخ صاحب نے یہ جملہ کہا ہی تھا کہ بارش برسنے لگی۔

﴿اخبار الاخیار، صفحہ ۴۰﴾

### ﴿حاصلِ مطالعہ﴾

جو انسان، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کرنے کو، نفس و شیطان کی اطاعت پر فوقیت دے تو اللہ تعالیٰ اسے برکات کا مجموعہ بنا دیتا ہے۔ اس کی ذات تو بہت اعلیٰ درجہ رکھتی ہے، جو چیزیں اس سے متعلق ہو جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے مخلوق خدا' ان سے بھی فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل کرتی رہتی ہے۔

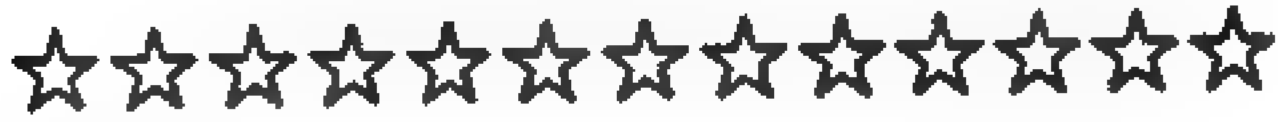
خواجہ نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) کی والدۂ محترمہ چونکہ شرم و حیاء کا پیکر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہمہ وقت مصروف رہا کرتی تھیں، لھذا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی مخلوقِ خدا کے لئے باعثِ رحمت بنا دیا تھا۔

کاش! فی زمانہ مادی اشیاء میں قلبی سکون ڈھونڈنے والی مسلمان بہنیں، ان کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر میں اطمینانِ قلبی تلاش

کریں اور گناہوں کی کثرت اور بے حیائی کے ذریعے خود کو بارگاہِ الٰہی میں بے وقعت بنانے کے بجائے ، اطاعت وحیاء داری کے ساتھ مذکورہ خاتون کی مثل برکات کا مجموعہ بننے پر توجہ دیں۔

آج بھی اگر کوئی مسلمان بہن' حیاء کے تقاضوں کو پورا کر کے اللہ عزوجل کی اطاعت میں عمر بسر کرنے کی سعادت حاصل کرے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ بھی مذکورہ خاتون والا مرتبہ پانے میں کامیاب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غمی وخوشی ، ہر حال میں حیاء کا دامن تھامے رہنے پر استقامت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {3} شرعی تقاضے کی تکمیل......

غزوۂ احد کے اختتام پر آقائے دوجہاں (ﷺ) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) اپنے بھائی حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی نعش مبارکہ دیکھنے کے لئے تشریف لانے لگیں تو نبی کریم (ﷺ) نے ان کے بیٹے حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ "میری پھوپھی اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔" حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ "مجھے اپنے بھائی کی لاش کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی۔"

پھر نبی کریم (ﷺ) کی اجازت سے حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی نعش مبارکہ کے پاس گئیں اور یہ منظر دیکھا کہ پیارے بھائی کے کان، ناک، آنکھ سب کٹے پھٹے، شکم چاک اور جگر چبایا ہوا ہے، یہ دیکھ کر زاہد و عابدہ خاتون اور اسلامی تعلیمات کی قدردان حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) نے "انا للہ وانا الیه راجعون" پڑھا اور اپنے بھائی حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہوئی واپس ہو گئیں۔ ﴿زرقانی صفحہ ۲۸۷ جلد ثالث﴾

### 【حاصل مطالعه】

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مصیبتوں کے نزول کے وقت صبر کرنے اور اناللہ شریف..... پڑھنے والوں کی ثناء بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے؛

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ☆الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ☆اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ

مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ رَحۡمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ☆ یعنی اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۔بقرہ،۱۵۵،۱۵۷)

انسان کا کمال یہ ہی ہے کہ وہ کسی بھی صورتِ حال میں اپنے رب کی اطاعت سے منہ نہ موڑے۔ چاہے اسے خوشیاں نصیب ہو رہی ہوں.. یا.. اس پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔ اپنے بھائی کی کٹی پھٹی لاش کو دیکھ کر ہوش وحواس قابو میں رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونا بہت بڑی ہمت و حوصلے کا تقاضا کرتا ہے اور بظاہر بے حد مشکل نظر آتا ہے، لیکن جن کے پیشِ نظر صرف اور صرف اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا ہو، وہ اس قسم کی مصیبتوں اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کر کے بارگاہِ الٰہی سے مزید انعامات کے مستحق بنتے رہتے ہیں۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ اس قسم کے مواقع پر دامن صبر ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شکوہ شکایت و بے صبری سے بچنے کی کوشش کریں، کیونکہ اس سے آئی ہوئی مصیبت تو نہیں ٹلتی، ہاں بے شمار ثواب ضرور ضائع ہو جاتا ہے۔

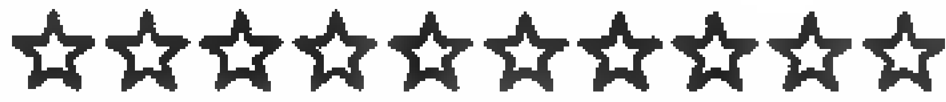
یہاں اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ ثواب اور درجے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ صبر وہ ہے کہ جو کسی صدمے کی اطلاع ملتے ہی ابتداء میں کیا جائے، کیونکہ بعد میں صبر کرنا تو سب کے لئے آسان ہو ہی جاتا ہے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عورت کے پاس

سے گزرے جو قبر پر رو رہی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔" اس عورت نے آپ کو پہچانا نہیں، چنانچہ عرض کی، "میرے پاس سے ہٹ جایئے، آپ کو میری سی مصیبت نہیں پہنچی۔" سید الانبیاء (ﷺ) گھر تشریف لے گئے۔

جب اس عورت کو بتایا گیا کہ نصیحت فرمانے والے، رسول اللہ (ﷺ) تھے، تو وہ بہت شرمندہ ہوئی اور آپ سے معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا (اسی وجہ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی)۔" شفیع محشر (ﷺ) نے فرمایا، "صبر شروع صدمے پر ہی ہوتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

اللہ عزوجل ہمیں حقیقی طور پر صبر کرنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {4} ہر مصیبت ہیچ ہے........

مروی ہے کہ روزِ احد، جب یہ وحشت اثر خبر مدینہ منورہ پہنچی کہ مسلمانوں کو اس غزوہ میں بہت تکلیف پہنچی ہے اور بہت سے مسلمان شہید بھی ہو گئے ہیں تو مدینہ منورہ کی عورتیں بے قرار ہو کر اپنے گھروں سے نکل کھڑی ہوئیں۔ جب ایک انصاری خاتون باہر تشریف لائیں تو صحابۂ کرام نے انھیں بتایا کہ آپ کے بھائی، شوہر اور والد جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ آپ نے اس خبر کی بالکل پرواہ نہ کی بلکہ بے تابانہ پوچھا، مجھے بتایا جائے کہ میرے سرکار (ﷺ) کیسے ہیں؟.......

جواب دیا گیا کہ "خیریت سے ہیں۔" فرمایا "مجھے ان کا جائے مقام بتادو تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔" کسی نے کہا "آگے تشریف فرما ہیں۔" یہ سن کر بے اختیار آگے بڑھیں اور رحمتِ کونین (ﷺ) کو جلوہ افروز دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھیں، "كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ" یعنی آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔" ﴿طبری، صفحہ ۱۴۲۵﴾

### [حاصل مطالعہ]

انسانی فطرت ہے کہ زیادہ محبوب شے کی موجودگی میں کم محبوب شے سے محروم ہونا پڑ جائے تو اتنا غم محسوس نہیں ہوتا۔ زیادہ محبوب شے کا قرب و دیدار انسانی رنج و غم کو بالکل ہلکا کر دیتا ہے۔ چونکہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) رحمتِ عالم (ﷺ) کے فرمانِ عالیشان، "تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا، جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (بخاری)" کے تقاضے کے مطابق اپنے نبی پاک (ﷺ) سے سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے

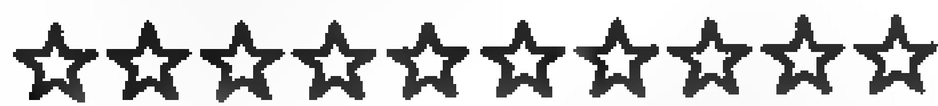
اور ان کے نزدیک دنیاوی لحاظ سے ہر رشتہ دار کی محبت کا درجہ، محبتِ رسول (ﷺ) سے حقیر وکمتر تھا، لھذا پیارے آقا (ﷺ) کی موجودگی میں آنے والی ہر مصیبت انھیں آسان محسوس ہوتی تھی اور حبیب کبریا (ﷺ) کا دیدارِ خوشبودار ان کے لئے مرہمِ تسکین واقع ہوتا تھا۔

آپ غور فرمایئے کہ جس مسلمان بہن کا بھائی، باپ اور شوہر دار فانی سے مقامِ رحمت کی جانب کوچ کر چکے ہوں اور وہ پھر بھی پریشان ہوئے بغیر صرف اور صرف اپنے نبی رحمت (ﷺ) کے دیدار کی متمنی ہو، اُسے اپنے نبی پاک (ﷺ) سے کس قدر محبت ہوگی؟.......

ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے قلب میں محبتِ رسول (ﷺ) کے اضافے کی کوشش کریں، کیونکہ واقعے کی مثل جس کے دل میں پیارے آقا (ﷺ) کی حقیقی محبت رچ بس جائے اسے کوئی مصیبت، مصیبت محسوس نہیں ہوتی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہو سب غم بھلا دیئے ہیں (حدائقِ بخشش)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کی سچی محبت عطا کرے۔
آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {5} اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا پر راضی

حضرت سعد اسود (رضی اللہ عنہ) نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نکاح کرنا چاہتا ہوں، لیکن کوئی شخص میری بدصورتی کے سبب مجھ کو رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔" اپنے غلام کی اس درخواست پر دریائے رحمت جوش میں آ گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا، "سعد! گھبراؤ نہیں، میں خود تمہاری شادی کا بندوبست کرتا ہوں، تم اسی وقت عمرو بن وھب ثقفی (رضی اللہ عنہ) کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہنا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے۔"

حضور پرنور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد سن کر حضرت سعد اسود (رضی اللہ عنہ) شاداں وفرحاں حضرت عمرو بن وھب (رضی اللہ عنہ) کے گھر کی طرف چل دیئے۔ حضرت عمر بن وھب ثقفی (رضی اللہ عنہ) نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان کے مزاج میں پہلے کی درشتی (سختی) موجود تھی۔ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) نے ان کے گھر پہنچ کر انہیں سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان سے مطلع کیا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ میری ماہ پیکر ذہین وفطین لڑکی کی شادی، ایسے کریہہ المنظر شخص سے کیسے ہوسکتی ہے؟ انہوں نے سوچے سمجھے بغیر حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) کا پیغام رد کر دیا اور بڑی سختی کے ساتھ انہیں واپس جانے کو کہا۔

سعادت مند لڑکی نے حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) اور اپنے باپ کی گفتگو سن لی تھی، جونہی حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) واپس جانے کے لئے مڑے وہ لپک کر دروازے پر آئی اور آواز دی، "اے اللہ کے بندے! واپس آ جاؤ۔ اگر واقعی تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھیجا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ شادی کرنے

کو تیار ہوں ۔جس بات سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہیں میں بھی اس سے راضی ہوں ۔'' ﴿صحابہ کی ایمان افروز حکایات﴾

## ﴿حاصل مطالعہ﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) کی رضا پر اپنی رضا کو قربان کر دینا بہت بڑی سعادت مندی کی علامت اور ان ذواتِ قدسیہ کی رحمت وتوجہ کو حاصل کرنے کا سببِ عظیم ہے۔ مذکورہ خاتون اس حقیقت سے خوب اچھی طرح آشنا تھیں کہ اللہ عزوجل کے حبیب (ﷺ) کے حکم کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح دینا، دنیا وآخرت میں باعثِ ندامت وسببِ ہلاکت ...جب کہ اس کے برعکس ایسے مواقع پر نفس پر غالب آجانے کی سعادت' دائمی کامیابی وکامرانی کی علامت ہے.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے،

'' وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو (یہ حق) پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کچھ حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۲۔احزاب.۳۶)

ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی ہر خواہش کی تکمیل سے پہلے اتنا ضرور غور فرما لیا کریں کہ اس آرزو کی تکمیل رضائے الٰہی ..اور..مرضی مصطفیٰ (ﷺ) کے مطابق ہے یا نہیں؟......اگر جواب ہاں میں ہو تو اسے ضرور پورا کریں، ورنہ ہمت وجرأت کے ساتھ اس سے دور ہو جائیں چاہے اس میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ محسوس ہو۔کیونکہ خوش دلی کے ساتھ برداشت کی ہوئی یہ وقتی تکلیف، ان

شاء اللہ عزوجل آئندہ کی تمام تکالیف کا کفارہ ثابت ہوگی۔

کیونکہ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے، ''سن لو! جنت خلافِ نفس کاموں کی وجہ سے حاصل ہوگی اور جہنم میں لوگ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کی وجہ سے جائیں گے۔'' (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلافِ نفس کاموں میں بھی شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی سوچ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {6} صرف تین دن سوگ ہے......

حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئی، کیونکہ ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے، تو انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی، پھر فرمایا ''قسم بخدا! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے سنا ہے کہ آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا ''جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔'' ﴿بخاری. باب احداد المرأۃ علی غیر زوجها﴾

### ﴿حاصل مطالعہ﴾

سرورِ دوجہاں (ﷺ) سے محبت وعقیدت فقط زبانی دعووں کا نام نہیں، بلکہ محبوبِ خدا (ﷺ) کی رضا وخوشی کے مطابق زندگی بسر کرنا حقیقی محبت کی نشانی ہے۔ جو شخص محبتِ رسول (ﷺ) کا زبانی دعویٰ تو کرے لیکن جان بوجھ کر، دانستہ طور پر خلافِ رضائے رسول کام کرے تو اسے اس معاملے میں سچا نہیں جانا جاسکتا۔

ہماری اسلافِ کرام اس اصول کو نہ صرف اچھی طرح جانتی تھیں، بلکہ اس پر استقامت کے ساتھ عمل پیرا بھی تھیں۔ مذکورہ واقعہ میں اسی عملی سعادت کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے حبیب (ﷺ) کے بتائے ہوئے احکام کو ملحوظ رکھیں، کیونکہ یہ نہ صرف محبت رسول (ﷺ) میں کامل ہونے کی علامت ہے بلکہ رضائے رسول کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ بھی۔ اور جے

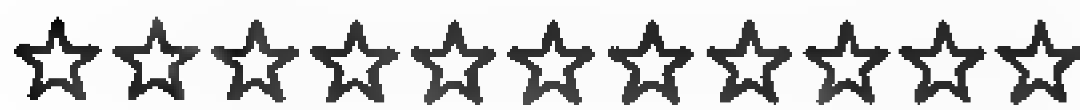
حبیبِ کبریا (ﷺ) کی رضا حاصل ہوگئی، اسے خدائے مصطفیٰ کی رضا بھی ضرور حاصل ہو جائے گی۔ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

**نوٹ:۔**

یاد رہے کہ غم کا اظہار کرنا کچھ اور ہے، غم محسوس ہونا کچھ اور۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں غم کے اظہار سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ یہ بندے کے اختیار میں ہے......غم محسوس کرنے سے منع نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ اپنے اختیار میں نہیں۔ لھذا شوہر کے علاوہ اور کسی کی بھی موت پر تین دن کے بعد بال بکھیر کر رکھنا، کھانا پینا چھوڑ دینا، گھر میں چولھا نہ جلانا، جھاڑو وغیرہ نہ دینا ممنوع ہوگا، لیکن دل میں غم محسوس ہونا اور فطری تقاضے کے باعث آنکھوں سے آنسووں کا جاری ہو جانا' ناجائز نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں غم کی حالت میں بھی دامنِ شرع نہ چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {7} شرعی حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک رنگین بچھونا تھا، میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا" السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! سب ستائش خدا کے لئے ہے جس نے آپ کو شرف و بزرگی بخشی۔"

آپ نے گھر میں اس رنگین بچھونے کو دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے، آپ نے اس بچھونے کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے ہمیں جو کچھ دیا ہے، اس کے بارے میں یہ حکم نہیں فرمایا کہ اینٹ، پتھر کو پہنا دیں۔" چنانچہ میں نے اس کے دو تکیے بنالئے جن میں کھجور کی چھال بھر دی گئی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔" ﴿ابوداؤد۔ باب فی الصور﴾

### [حاصل مطالعہ]

سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ (رضی اللہ عنہا) نے اس حدیثِ پاک کے ذریعے مسلمان بہنوں کو یہ ادب سکھایا کہ شوہر کی آمد پر زوجہ کو سلام میں ابتداء کرنی چاہیے، نیز جب شوہر اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بیان کرے تو چاہے وہ نفس کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اسے خوش دلی کے ساتھ قبول کرکے عمل پیرا ہونے میں بالکل دیر نہ کریں۔

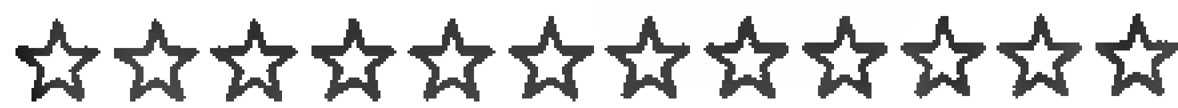
اس سے وہ اسلامی بہنیں درس عبرت حاصل فرمائیں کہ جو اکثر اپنی خواہشات کی تکمیل کی دھن میں شرعی احکام کو نظر انداز کرنے کی عادت اپنائے ہوئی ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے،

''اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ☆

تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا، وہ اس جیسا ہوگا، جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۴۔ آل عمران۱۶۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں خوش دلی کے ساتھ شرعی احکام قبول کرنے کا ذہن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {8} باریک دوپٹہ......

حضرت علقمہ (رضی اللہ عنہ) اپنی والدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہا)، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انھوں نے ایک باریک دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اسے پھاڑ دیا اور انہیں موٹا دوپٹا اوڑھا دیا۔ ﴿مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثالث﴾

### 〖حاصلِ مطالعہ〗

چونکہ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورت کے تمام بدن کو بالوں سمیت ستر قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا،

"عورت جب بلوغت کو پہنچ جائے تو جائز نہیں کہ اس کا کوئی حصہ دیکھا جائے سوائے اس کے، اور اس کے، اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔" (ابوداؤد)

اور ستر چھپانا فرض ہے، نیز اتنا باریک دوپٹہ کہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے' ستر چھپانے کا کام نہیں دے سکتا' چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کے باریک دوپٹے کو پھاڑ کر موٹا دوپٹہ عنایت فرمایا۔ اور اس طرح اس حدیث پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل فرمائی کہ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے تو چاہیئے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو کم از کم اسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

اس حدیث سے درس حاصل ہوا کہ مسلمان بہن کو چاہیئے کہ اگر کسی کو برائی کرتی دیکھے تو جس طرح بھی ممکن ہو اسے دور کرنے کی کوشش کرے، بشرطیکہ کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ،

''امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں۔

(i) اگر غالب گمان یہ ہے کہ ہم اسے کہیں گے تو وہ شخص بات مان جائے گا اور بری بات سے باز آجائے گا، تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اب ہمیں امر بالمعروف سے رُکنا جائز نہیں۔

(ii) اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھے گا اور گالیاں دے گا تو ترک کرنا افضل ہے۔

(iii) اور اگر معلوم ہو کہ ہمیں مارے گا اور ہم صبر نہ کر سکیں گے یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی، جب بھی چھوڑنا افضل ہے۔

(iv) اور اگر معلوم ہو کہ مجھے مارے گا تو صبر کرلوں گا تو ایسے شخص کو برے کام سے منع کرے تو یہ شخص مجاہد ہے۔

(v) اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانے گا نہیں، مگر نہ ہی مارے گا اور نہ گالیاں دے گا تو اسے اختیار ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ امر بالمعروف کرے۔'' ۶

نیز ایسے باریک دوپٹے کہ جن سے بالوں کی سیاہی ظاہر ہوتی ہو استعمال نہ فرمائیں کیونکہ یہ ستر کی حفاظت کا فائدہ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے چنانچہ ان کے ساتھ اجنبی مردوں کے سامنے آنا حرام ہوگا اور نہ ان کے ساتھ نماز درست ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے، ''عورت نے اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھی کہ جس میں سے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی، جب تک کہ اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھ لے جس سے بالوں کا رنگ چھپ جائے۔''

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن کو ستر کا خیال رکھنے ..اور..اس کے باعث پیش آنے والی مشکلات پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

# {9} بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی......

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی خاتون قرآن پڑھا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ ان کے سامنے سرکارِ مدینہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ "جنت میں کوئی بوڑھی نہ جائے گی۔" وہ (گھبراکر) عرض گزار ہوئیں "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو پھر ان بوڑھیوں کا کیا بنے گا؟۔"

آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **اِنَّا اَنْشَأْنَاهُنَّ اِنْشَاءً ☆ فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا**۔یعنی بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انھیں بنایا کنواریاں۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۷۔الواقعہ ۳۵،۳۶) ﴾مشکوۃ بحوالہ رزین﴿

## ﴾حاصل مطالعہ﴿

ہماری اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) کا عقیدہ تھا کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والا ہر لفظ پتھر پر لکیر ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے،

**"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ☆ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ☆**

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۷۔النجم ۳)

یہی وجہ تھی کہ پیارے آقا (ﷺ) کی زبانِ اقدس سے بوڑھی عورتوں کے جنت میں عدمِ دخول کا سن کر آپ کو اپنے بارے میں خوف پیدا ہوا اور آپ نے اپنے خدشے کا اظہار فرماکر اس خوف کو دور کرنے کا سامان کیا۔

ہماری مسلمان بہنوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا کہ اپنے ایمان کو خوب مضبوط رکھتیں اور پیارے آقا (ﷺ) کی بتائی ہوئی باتوں کو بالکل حق اور من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے، کسی قسم کے شک وتردد میں گرفتار نہ ہوتیں۔ لیکن افسوس کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مسلمان بہنوں کی اکثریت کو ابھی تک یہ یقینِ کامل حاصل نہیں ہوا۔

اس کی بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر فی زمانہ کسی مسلمان بہن کو معلوم ہو کہ اس کے گھر میں ایک سانپ گھس آیا ہے تو یقیناً اس کی راتوں کی نینداڑ جائے گی کیونکہ اسے سانپ کی طرف سے نقصان پہنچانے کا یقینِ کامل حاصل ہے ،لیکن وہی مسلمان بہن اپنے پیارے آقا (ﷺ) کی جانب سے نماز قضا کرنے، رمضان کا روزہ چھوڑنے، شوہر کی نافرمانی کرنے، ماں باپ سے بدتمیزی کرنے، غیبت وچغلی کرنے، حسد میں مبتلاء ہونے، تکبر کرنے اور بے پردگی کا شکار ہونے کے بارے میں سینکڑوں عذاب کی وعیدیں سننے کے باوجود نہ تو دل میں کسی قسم کا خوف محسوس کرتی ہے اور نہ ہی اس کے برے عمل میں کوئی تبدیلی..یا..کمی واقع ہوتی ہے۔ اگر اس بارے میں بھی یقینِ کامل ہوتا تو کبھی تو راتوں کی نینداڑتی، کبھی تو چہرے پر پریشانی اور خوف کے آثار نمایاں ہوتے، کبھی تو دل برے انجام کے بارے میں سوچ کر لرزتا............

کاش! ہمیں بھی موت سے پہلے پہلے وہ یقینِ کامل حاصل ہوجائے جو ہر قسم کے گناہ سے دور کروانے کے ساتھ ساتھ زیورِ تقوی سے آراستہ وپیراستہ کروادے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں فرمانِ رسول (ﷺ) پر کامل ترین ایمان ویقین عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

## {10} آگ کے کنگن......

مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی، جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے۔ آپ (ﷺ) نے اس عورت سے پوچھا "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟" اس عورت نے عرض کی "جی نہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلے آگ کے کنگن پہنا دے؟"..........

یہ سنتے ہی اس نے وہ کنگن رسول اللہ (ﷺ) کے آگے ڈال دیئے اور کہا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

{سنن ابوداؤد، باب الکنز صفحہ ۲۱۸ جلد اول}

### {حاصل مطالعہ}

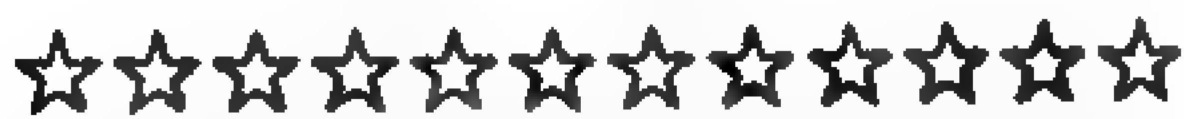
اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صحیح خوف انسان کو بے شمار گناہوں سے بچالیتا ہے۔ ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کا صحابیہ کی طرف سے زکوۃ کی ادائیگی کا انکار کرنے کے بعد عذاب کا ذکر فرمانا اسی مقصد کے لئے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ان صحابیہ کی اس طرف توجہ نہ رہی ہو.. یا.. انھیں ابھی زکوۃ کے بارے میں مکمل معلومات نہ حاصل ہوئی ہوں، اس صورت میں پیارے آقا (ﷺ) کا وعید بیان فرمانا امت کی تعلیم کے لئے ہوگا۔ یہی دوسرا معنی عظمتِ صحابہ کے لحاظ سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ان صحابیہ (رضی اللہ عنہا) کی عظمت کے قربان جایئے کہ جیسے ہی اپنے نبی پاک (ﷺ) کی زبان عظمت نشان سے عذاب الٰہی کی وعید سنی فوراً سونے کی

مالیت نہیں بلکہ اخروی انجام پر نظر فرمائی اور قیامت تک آنے والی مسلمان بہنوں کے لئے یہ درس چھوڑ گئیں کہ ان مادی اشیاء سے نفع صرف چندروزہ زندگی تک محدود ہے، اس مختصر نفع کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، آخرت سے غافل ہو جانا ہوسکتا ہے کہ جہنم کی سخت آگ میں برسوں رلاتا رہے۔لھذا آج اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (ﷺ) کا کہنا مانتے ہوئے ذراسی آزمائش برداشت کرلینا کل بروزِ قیامت جہنم کا ہولناک عذاب برداشت کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کاش! ہماری مسلمان بہنیں اپنے اپنے زیور کی مالیت کا مکمل حساب وکتاب کرنے کے بعد کسی مستند عالمِ دین سے اس پر بننے والی زکوۃ کی مقدار معلوم کرکے بغیر دیر کیے ادائیگی کی سعادت حاصل کرلیں، اس سے پہلے کہ ان کی لاش تختۂ غسل پر پڑی ہو اور کوئی دوسرا ان کے اس زیور کو اتار کر اپنے استعمال میں لانے کا ذہن بنا رہا ہو..................

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی مال کے مقابلے میں احکام شرعیہ کو فوقیت دینے کی توفیق بخشے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {11} نیک شوہر..یا..مال؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) کی بیوی فاطمہ بنتِ عبدالملک کے پاس ایک بیش بہا اور بے مثل گوہر تھا جو ان کو ان کے والد عبدالملک نے دیا تھا۔ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تم اپنا تمام زیور (مع اس گوہر کے) یا تو بیت المال میں جمع کرا دو یا مجھے ناپسند کرو، تاکہ میں تمہیں خود سے جدا کر دوں (یعنی طلاق دے دوں) کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا' کہ میں اور تم اور تمہارا زیور ایک گھر میں ہوں۔"

آپ (رضی اللہ عنہ) کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ "آپ میرا تمام زیور شوق سے بیت المال میں داخل کر دیجئے، میں زیور کے مقابلے میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔" چنانچہ آپ نے ان کا تمام زیور لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو (حسب وصیت) یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کی زوجہ محترمہ (اپنی بہن فاطمہ) سے کہا کہ گر تم چاہو تو میں تمہارا تمام زیور بیت المال سے واپس لے کر تم کو دے دوں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا" کہ جو چیز میں اپنی مرضی سے اپنے شوہر کی زندگی میں دے چکی ہوں تو اب ان کے انتقال کے بعد بھی واپس نہیں لوں گی۔ ﴿تاریخ الخلفاء، صفحہ ۴۶۷﴾

**﴾حاصل مطالعہ﴿**

حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ)، حضرت عمرِ فاروق (رضی اللہ عنہ) کی نسلِ مبارک سے ہیں۔ چونکہ آپ نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی مثل روئے زمین کو اپنے عدل وانصاف سے بھر دیا تھا لھذا آپ کو عمرِ ثانی کہا جاتا ہے۔ خلیفہ

بننے کے بعد آپ نے موجودہ دور کے حکمرانوں کے برعکس دنیا سے بالکل کنارہ کشی اختیار فرماتے ہوئے اپنا تمام مال ومتاع بیت المال میں جمع کروادیا تھا، اپنی زوجہ کے بارے میں بھی آپ کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بننے میں رکاوٹ ڈالنے والی ہر چیز سے دور ہو جائیں، لھذا اسی مقصد کے تحت انھیں قیمتی گوہر بیت المال میں جمع کروانے کا حکم فرمایا، بصورتِ دیگر انھیں علیحدہ ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔.........

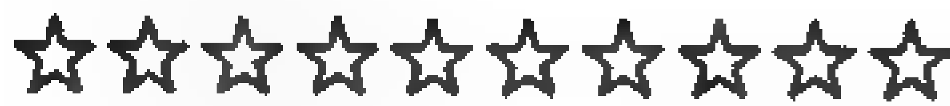
شائد آج کل کی دنیا کی محبت میں گرفتار کوئی مسلمان بہن ہوتی تو شوہر کے برسرِ اقتدار آتے ہی مختلف قسم کی خواہشوں کی تکمیل پر پورا زور صرف کر دیتی اور مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں اپنی اور شوہر کی زندگی عذاب بنانے سے بالکل دریغ نہ کرتی اور بالفرض اگر شوہر کی جانب سے اسی طرح کی زیور وغیرہ قومی خزانے میں جمع کروانے کی تلقین سنتی تو اسے کسی دماغی اسپتال میں چیک اپ کروانے کا مشورہ دیتی.........

لیکن الحمد للہ کثیرا کہ ہماری اسلافِ کرام کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی رضا ،آخرت میں فلاح وکامرانی اور جنت کی اعلیٰ نعمتیں ہوا کرتی تھی ،وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے دنیا کا بڑا سے بڑا نقصان برداشت کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہا کرتی تھی۔

کاش! ہماری آج کی مسلمان بہنیں بھی اپنے شوہر کی طرف سے ملنے والے مالی ودنیاوی فوائد کو نہیں بلکہ اس کی پرہیزگاری کو فوقیت دیں اور اس سلسلے میں دماغ خراب کرنے والی ان مسلمان بہنوں سے دور رہیں جو الٹے سیدھے

مشورے دے کر شوہر کے خلاف بھڑکانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔اس قسم کے مشورے دینے والی خواتین سے دور رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت انسان کو آخرت سے دنیا کی طرف مائل کر دے گی، انھیں خود تو اپنی آخرت کی بربادی کی کوئی پرواہ نہیں، دوسروں کی آخرت بھی خراب کرنا چاہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسی شیطان صفت خواتین سے سب مسلمان بہنوں کو محفوظ فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {12} بری صحبت کا وبال......

حضرت حسن بن صالح (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ تھا کہ آپ اور آپ کی لونڈی رات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی ضرورت کے باعث آپ نے اس لونڈی کو بیچ دیا۔ پس جب وہ دوسرے لوگوں کے پاس پہنچی حسبِ معمول عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد نمازِ شب شروع کی تو نداء کی کہ ''لوگو! اٹھو، نماز پڑھو۔'' انھوں نے جواب دیا کہ ''ہم تو صبح پڑھیں گے۔''

جب کچھ دن یہی معمول رہا تو وہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ آپ نے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے کہ جو تمام رات سوتے رہتے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ ان کو آرام کرتا دیکھ کر کہیں میری ہمت بھی پست نہ ہو جائے۔'' یہ سن کر آپ کو اس پر رحم آ گیا اور آپ نے اسے دوبارہ خرید لیا۔ (تنبیہ المغترین، صفحہ ۱۵۸)

### حاصل مطالعہ

سبحان اللہ! جنھیں آخرت کی حقیقی لگن حاصل ہو جائے تو پھر انھیں اس راہ میں آنے والی کسی آزمائش و تکلیف کی پرواہ نہیں رہتی۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے راضی ہونے کے بدلے میں ملنے والے بڑے بڑے انعامات کا تصور موجودہ آرام و آسائش کو ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

یہ ہماری اسلاف کرام کا طریقہ' کار تھا، افسوس! ایک ہماری صورتِ حال ہے کہ دل میں جنت کی تمنا ہے، عذابِ قبر کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں، میدان محشر کی ذلت و رسوائی کو پسند نہیں کرتے اور جہنم کے شعلوں سے دور

رہنے کا شوق بھی ضرور رکھتے ہیں، لیکن ان تمام چیزوں کے لئے نیک اعمال کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔ نہ تو ہمیں فرض نمازوں کی پرواہ ہے اور نہ رمضان کے روزوں کا کچھ خیال..... نہ زکوۃ ادا کرنے کو دل مانتا ہے اور نہ غریبوں کی امداد کے لئے ذہن تیار۔ گناہ چھوڑنے کا تو تصور بھی نہیں آتا۔

کاش! مذکورہ خاتون کی مثل ہمیں بھی آخرت کی تیاری کا ذوق شوق حاصل ہو جائے اور تہجد نہ سہی تو کم از کم فرض نمازیں تو پابندی سے ادا کرنے لگ جائیں.........

بری صحبت اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ انسان، بے نمازی کے پاس بیٹھ کر عبادت سے بیزار... جھوٹ وغیبت میں مبتلاء کے پاس رہ کر زبان کی آفتوں کا شکار... اور فیشن پرست کے پاس وقت گزار کر دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لھذا جہاں عبادت کی سعادت حاصل کریں، وہیں اللہ تعالیٰ سے نیک صحبت کے حصول اور بری صحبت سے حفاظت بھی طلب فرمائیں، ورنہ کچھ ہی عرصے میں گندی صحبت کا ناگ، عبادت پر ہمت واستقامت کو ڈس کر مردہ کر دے گا.................

اس لونڈی کے نئے مالکان 'گو کہ فرض نماز ترک نہیں کر رہے تھے لیکن آپ نے پھر بھی ان کے قیام اللیل کے ترک کرنے کو اپنے لئے عبادت میں کوتاہی کا سبب بنتا محسوس فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بری صحبت وہی نہیں جو گناہوں کی جانب مائل کر دے بلکہ وہ بھی ہے جو بڑے نیک اعمال سے چھوٹے اور کثیر سے قلیل کی طرف رخ کرنے کا سبب بن جائے۔.................

اللہ تعالیٰ ہمیں شوقِ عبادت اور اچھی صحبت نصیب کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

## {13} حقوق اللہ اور حقوق العباد......

حضرتِ رابعہ عدویہ (رحمۃ اللہ علیہا) کا قاعدہ تھا کہ جب رات ہوتی تو تازہ وضو فرماتیں، پھر بدن میں خوشبو لگاتیں اور اپنے شوہر سے دریافت کرتیں کہ کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ اگر وہ کہہ دیتے کہ نہیں، تو پھر صبح تک نماز میں کھڑی رہتیں۔

اور اول شب میں یوں مناجات فرماتیں، ''اے مالک! لوگ سو گئے، ستارے آسمان پر چھا گئے اور شاہانِ دنیا نے اپنے دروازے بند کر لئے، لیکن ایک تیرا ہی دروازہ ہے کہ بند نہیں ہوتا، پس تو مجھے معاف فرما دے۔'' پھر نماز کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور کہا کرتیں، ''تیری عزت وجلال کی قسم! میں جب تک زندہ رہوں گی، ہر شب صبح تک تیرے سامنے یوں ہی کھڑی رہوں گی۔ ﴿تنبیہ المغترین، صفحہ ۱۵۹﴾

### {حاصل مطالعہ}

جیسا کہ ماقبل گزرا کہ ہماری اسلاف، اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کو اپنے عیش وآرام پر ترجیح دیا کرتی تھیں اور اس کے لئے عملی کوشش میں کسی قسم کی کوتاہی نہ فرمایا کرتیں۔ اور یہ ان کا کوئی ایک دو دن کا شوق نہیں تھا بلکہ دائمی طور پر یہی طریقہ کار رہا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیگر حقوق العباد کا بھی خیال رہتا تھا۔ آپ کا شوہر سے عبادت کی اجازت لینا اسی سبب سے تھا، کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی اضافی نفلی عبادت نہیں کرسکتی۔

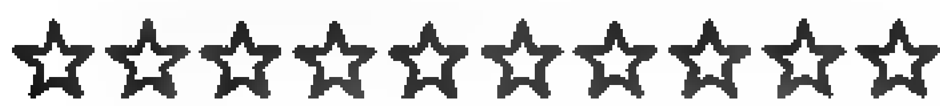
جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے، ''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے (اور اگر رکھ لیا) تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ اپنے حق

اور ضرورت کی بناء پر اسے افطار کروادے۔"

ہماری عبادت گزار مسلمان بہنوں کو اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

مطالعہ فرمانے والی ہر بہن کو چاہیئے کہ بی بی رابعہ عدویہ (رضی اللہ عنہا) سے درسِ عبرت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ شوہر کی فرمانبرداری کا بھی ضرور لحاظ رکھے۔ خصوصاً وہ مسلمان بہنیں جن کے شوہر بے عملی اور گناہوں میں مشغول رہتے ہیں۔ شوہر اگر گناہ گار ہے تو یہ اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے، کسی مسلمان بہن کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ شوہر کی کوتاہیوں کو بنیاد بنا کر اس کے حقوق میں کوتاہی کی مرتکب ہو جائے۔ اگر ایسا کرے گی تو خود بھی گناہ گاروں میں شمار ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کے شوق کے ساتھ ساتھ شرعی مسائل سیکھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {14} آخرت کی تیاری......

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت کے زمانے میں درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلہ ام المؤمنین حضرت بی بی سودہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اس تھیلے کو دیکھ کر کہا کہ "واہ! بھلا کھجوروں کے تھیلے میں کہیں درہم بھیجے جاتے ہیں؟" یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت تمام درہموں کو مدینہ منورہ کے فقراء و مساکین کو گھر میں بلا کر بانٹ دیا اور تھیلا خالی کر دیا۔

﴿اصابہ ،صفحہ ۱۱۸،جلد ۸﴾

### [حاصل مطالعہ]

یہ ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تربیتِ بے نظیر کا فیضِ پر اثر تھا کہ امہات المؤمنین (رضی اللہ عنھن) اپنے پاس کچھ بھی جمع رکھنا پسند نہ فرماتی تھیں چنانچہ جیسے ہی کچھ آتا اسے فوراً آخرت کے لئے ذخیرہ بنانے کی غرض سے تقسیم فرما دیتیں۔ ایسا کرتے ہوئے نہ تو انھیں تھوڑا بہت اپنے پاس بھی رکھنے کا خیال آتا ..اور..نہ ہی دوسرے دن کی فکر انھیں بے چین کرتی۔ اور اس طرح قیامت تک آنے والی مسلمان بہنوں کو بارگاہِ الٰہی میں صدقہ کرنے کی عملی طور پر ترغیب عنایت فرما گئیں۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتی رہا کریں، ویسے بھی پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اے عورتو کے گروہ! تم خوب صدقہ کیا کرو، کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم دوزخ میں کثرت سے ہو۔ عورتوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! ایسا

کیوں؟'' ارشاد فرمایا کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری ہو۔''

(بخاری بالاختصار)

لیکن یہاں یہ مسئلہ ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے کہ شوہر کے مال میں سے صدقہ کرنے کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا،''عورت، شوہر کے گھر سے بغیر اجازت کچھ خرچ نہ کرے۔'' (ترمذی)......... ہاں اگر شوہر نے منع نہ کیا ہو.. نہ ہی صدقہ کرنا اسے ناگوار گزرے گا.. اور.. یہ اتنا صدقہ کرنے کا عام رواج بھی ہو تو اب بغیر اجازت بھی جائز ہے، جیسا کہ درجِ ذیل حدیثِ پاک کی شرح میں فرمایا گیا ہے، چنانچہ پیارے آقا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''گھر میں جو کچھ کھانے کی چیز ہے اگر عورت اس میں سے کچھ دے دے بشرطیکہ ضائع کرنے کے طور پر نہ ہو تو اسے دینے اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا۔''

نیز جب کسی کی امداد فرمائیں تو یہ ضرور دیکھ لیں کہ وہ واقعی اس کا مستحق بھی ہے.. یا.. نہیں۔....... مانگنے والے فقیروں کو کچھ نہ دیں، کیونکہ یہ عموماً پیشہ ور ہوتے ہیں، اور اس طرح دینے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا گناہ ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں کسی غریب کو تلاش کر کے دیں، لیکن اس طرح کہ اس کا پردہ بھی رہے، ایسا نہ ہو کہ اسے دے کر پورے خاندان کو سناتی پھریں۔ اس طرح ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ یونہی جس کو دیا اس

پر بھی اس کا احسان نہ جتائیں کہ اس طرح بھی اجر باطل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

**یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی**۔ اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذاء دے کر۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۳۔ البقرہ ۲۶۴)

....یا.... پھر اپنے محلے میں کسی غریب گھر کو تلاش کر کے اس کی امداد فرماتی رہا کریں، اس طرح آپ کا صدقہ وخیرات صحیح مقام پر پہنچ کر آخرت کے لئے بہترین ذخیرہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دل کھول کر خیرات کرنے اور اس معاملے میں بھی شرعی احکام کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {15} مخلوق کے خوف سے بے نیازی......

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب (رضی اللہ عنہا) ہمارے رسول اکرم (ﷺ) کی پھوپھی اور جنتی صحابی حضرت زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ بہت شیر دل اور بہادر خاتون تھیں، جنگِ خندق کے موقع پر تمام مجاہدینِ اسلام' کفار کے مقابلہ میں صف بندی کر کے کھڑے تھے جب کہ ایک محفوظ مقام پر سب عورتوں، بچوں کو ایک پرانے قلعے میں جمع کر دیا گیا تھا۔

اچانک ایک یہودی تلوار لے کر قلعہ کی دیوار پھاندتے ہوئے عورتوں کی طرف بڑھا، اس موقعہ پر حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) اکیلی اس یہودی پر جھپٹ کر پہنچیں اور خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ تلوار لئے ہوئے چکرا کر گرا اور مر گیا، پھر آپ (رضی اللہ عنہا) نے اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر جتنے یہودی عورتوں پر حملہ کرنے کے لئے قلعہ کے باہر کھڑے تھے، ڈر کر بھاگ نکلے۔ ﴿طبقات ابن سعد، صفحہ ۲۷، جلد ۸، ملخصاً﴾

### 〖حاصل مطالعہ〗

ہمارے پیارے آقا (ﷺ) نے بالکل درست فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی سے ڈرے، تمام مخلوق اس سے ڈرے گی اور جو کوئی اللہ تعالی سے نہ ڈرے گا تو اللہ تعالی تمام مخلوقات کا ڈر اسکے دل میں ڈال دے گا۔'' (کنز العمال)

چونکہ ہماری بزرگانِ دین ہر وقت اللہ تعالی کا خوف رکھا کرتی تھیں لھذا انھیں کوئی بھی دنیاوی آفت و مصیبت خوف زدہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے برعکس چونکہ ہمیں صرف اللہ عزوجل کا ہی خوف نہیں، لھذا اچا ہے

چوہے بلی ہوں.. یا..لال بیگ وسانپ وچھپکلی...چور ڈاکو ہوں..یا..دہشت گرد وتخریب کار وجیب کترے وغیرہ ہر ایک سے ڈر محسوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہونے کی واضح علامات یہ ہیں کہ نہ تو ہم اس کی فرض وواجب کردہ عبادات کو پابندی سے ادا کرتے ہیں، نہ ہی گناہ سے بچنے کو دل چاہتا ہے، موت یاد نہیں آتی، عذابِ قبر کو بھول چکے ہیں، قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زندگی بھر کا حساب وکتاب دینے کا خیال بھی نہیں آتا اور بری صحبت اختیار کئے بغیر چین وسکون حاصل نہیں ہوتا۔ اگر یہی صورتِ حال رہی تو بظاہر انجام خراب ہی نظر آتا ہے۔

ہمیں سنجیدگی سے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، ایک دفع یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوگئی توان شاءاللہ عزوجل اس کی برکت سے تمام مخلوق کا خوف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گا۔ اور اگر فطری تقاضا غالب رہا تب بھی کم از کم گناہوں سے نجات اور عبادت پر استقامت تو حاصل ہو ہی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی خوف عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {16} بچہ آرام سے ہے......

حضرت ام سُلَیم (رضی اللہ عنہا) ہمارے پیارے نبی (ﷺ) کے سب سے چھوٹے خادم حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا ایک بچہ شدید بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ کام وغیرہ کی غرض سے باہر تشریف لے گئے۔

آپ کی غیر موجودگی میں بچے کی طبیعت بگڑتی چلی گئی حتی کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ ام سلیم نے اس کی لاش کو ایک الگ کمرے میں لٹا کر کپڑا اوڑھا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا، پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگھار کر کے شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

جب حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) رات کو گھر تشریف لائے تو بچے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ ''آپ نے جواب دیا، آج وہ بہت آرام سے ہے۔'' حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) یہ سمجھ کر کہ بچے کی طبیعت سنبھل گئی ہے، مطمئن ہوگئے۔ پھر آپ فوراً کھانا لے آئیں۔ حضرت ابوطلحہ نے اچھی طرح کھانا کھایا۔ پھر آپ نے زوجہ سے صحبت فرمائی۔ جب سب کاموں سے فارغ ہو چکے، تو بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ ''مجھے ایک مسئلہ تو بتایئے کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے، تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟''..... حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ''ہرگز نہیں! امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی لوٹا دینی چاہیے۔''

شوہر کا یہ جواب سن کر حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ ''اے میرے سرتاج! آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ، یقیناً ہمارے

پاس خدا کی امانت تھا' آج اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مرگیا۔'' یہ سن کر حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے صبر کا گھونٹ بھرا اور شکوہ شکایت سے محفوظ رہے۔

صبح حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) مسجد نبوی شریف میں نمازِ فجر کے لئے گئے اور رات کا پورا ماجرا آقائے دوجہاں (ﷺ) کی خدمت میں عرض کردیا۔ سرکارِ مدینہ (ﷺ) نے حضرت ابوطلحہ کے لئے دعا فرمائی کہ'' تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالی خیر و برکت عطا فرمائے۔'' اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اسی رات میں حضرت بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور ان عبداللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ جب صبح حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ تمام واقعہ بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کیا تو رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:'' کل رات تم پر بڑی مبارک رات تھی، سبحان اللہ کیا عظیم رات تھی، میں نے طلحہ کی بیوی کو جنت میں دیکھا ہے۔ ﴿بخاری،صفحہ ۷۱۴،جلد اول﴾

## حاصل مطالعہ

اس ایمان افروز واقعہ سے جہاں ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے بے مثال صبر و تحمل سے صبر و برداشت کا درسِ عظیم حاصل ہوا، وہیں یہ سبق بھی ملا کہ جب گھر کے مرد حضرات کی غیر موجودگی میں کوئی مسئلہ درپیش ہوجائے تو ان کی آمد پر فوراً اسے بیان کرنے سے گریز کریں کیونکہ اس طرح ''سکون کی تلاش میں واپس آنے والے'' تھکے ہارے شخص کے دل ودماغ پر بہت منفی اثر مرتب ہوتا ہے ، بلکہ بسا اوقات اچانک بری خبر سننے کے باعث ہارٹ فیل بھی ہوسکتا ہے۔

اس سے وہ مسلمان بہنیں خاص طور پر درسِ عبرت حاصل کریں کہ جو شوہر، بھائی، بیٹے..یا..باپ کے باہر سے آنے پر سانس بعد میں لینے دیتی ہیں، تمام دن کی رپورٹ لفظ بلفظ پہلے پیش کی جاتی ہے۔

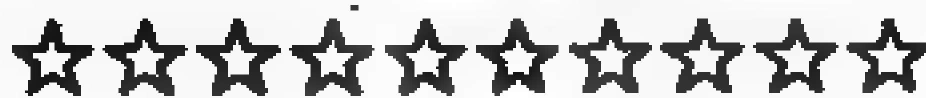
ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے طرزِ عمل سے یقیناً، ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) کے دل میں ان کی محبت وعظمت واہمیت میں اضافہ ہوا ہوگا، کیونکہ جب ایک فریق دوسرے کی تکلیف ودکھ درد کا خیال رکھے تو سامنے والا بھی فطری تقاضے کے تحت اسی طرح کا رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تکلیف دہ خبر کو حکمت ودانائی سے بتانے کا ایک فائدہ، آپس میں محبت کے اضافے کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

نیز ام سلیم کا امانت والی مثال بیان فرمانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی بات منوانے اور سمجھانے کے لئے اگر سامنے والے کو اس کے بارے میں پہلے ہی کسی طریقے سے قائل کرلیا جائے تو مقصود میں کامیابی ضرور حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہ (ﷺ) کی زبانِ حق ترجمان سے ان کے بارے میں جنت کی بشارت کے ظہور سے معلوم ہوا کہ صبر اور شوہر کو غم وفکر سے بچانے کا بدلہ جنت ہے۔

مطالعہ فرمانے والی مسلمان بہنوں کو چاہیئے کہ بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کی سنت پر عمل پیرا ہو کر دیکھیں، ان شاء اللہ عزوجل ان کو ملنے والے اخروی انعامات میں سے انھیں بھی ضرور حصہ عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نازک مواقع پر سمجھ داری کا ثبوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {17} دین پر استقامت کی برکت......

حضرت فاطمہ بنت خطاب (رضی اللہ عنہا)، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی بہن ہیں۔ آپ اور آپ کے شوہر حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے، مگر یہ دونوں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے ڈر سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھتے تھے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔

جب کسی طرح سے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو ان دونوں کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو آپ غصہ میں آگ بگولا ہو کر بہن کے گھر پہنچے، بند دروازے کے پیچھے سے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کی آواز سن کر سب گھر والے ادھر ادھر چھپ گئے۔ بہن نے دروازہ کھولا تو آپ نے چلا کر کہا کہ ''اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے؟'' پھر اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) پر جھپٹے اور ان کی داڑھی پکڑ کر زمین پر گرا لیا اور بری طرح زدوکوب کرنے لگے۔ بہن، اپنے شوہر کو بچانے کے لئے انھیں پکڑنے لگیں تو انھیں بھی آپ نے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا جس کے باعث کان کے جھومر ٹوٹ کر گر پڑے اور چہرہ خون سے رنگین ہو گیا۔

بہن نے نہایت جرأت کے ساتھ صاف صاف کہہ دیا کہ اے عمر! سن لو تم سے جو ہو سکے کر لو مگر اب ہم اسلام سے کسی بھی صورت میں پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔''
جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے بہن کا لہولہان چہرہ دیکھا اور ان کے لہجے میں پختگی محسوس کی تو ان کا دل بھی نرم پڑ گیا۔ تھوڑی دیر چپ کھڑے رہے پھر کہا کہ ''اچھا! لاؤ

تم لوگ جو پڑھ رہے تھے، وہ مجھے بھی دکھاؤ۔'' بہن نے قرآن شریف کے ورقوں کو سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے سورۂ حدید کی چند آیتوں کو بغور پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی اور کفر و شرک کی گندگی سامانِ رخصت باندھنے لگی۔

پھر جب اس آیت پر پہنچے کہ '' اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۵۔النساء ۱۳۶)

تو آپ ضبط نہ کر سکے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، بدن لرزنے لگا اور آپ بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ پھر ایک دم اٹھے اور حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) کے مکان پر جا کر رحمتِ دو عالم (ﷺ) کے دامنِ اقدس سے چمٹ گئے اور پھر حضور (ﷺ) اور سب مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ﴿اصابہ صفحہ ۱۶۱ جلد ۸﴾

## حاصلِ مطالعہ

اگر انسان اپنے درست موقف پر ڈٹ جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس استقامت کی برکت سے مخالفت کرنے والوں کے قلوب ایک نہ ایک دن ضرور موم ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ کسی اچھے کام کی مخالفت، نفس و شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے اور یہ دونوں ایمانی دشمن ذہن وارادے کی پختگی کو خوب جانتے ہیں۔ لھذا جب دیکھتے ہیں کہ سامنے والا اپنے ارادے میں مضبوط ہے اور کسی بھی طرح اپنے ذہن و موقف کو نہ بدلے گا تو پھر مخالفت کرنے والوں کو مختلف ترکیبیں اور دین و سنت سے دور کرنے کے طریقے بتانا چھوڑ دیتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مخالفت کرنے والے

کچھ دن تک بربادیٔ آخرت کا سامان کرنے کے بعد راہِ راست پر آ جاتے ہیں اور دین پر چلنے والا اللہ کی کرم نوازی سے ان کی جانب سے امن پالیتا ہے۔

گھر والوں کی جانب سے سنتوں پر عمل پیرا ہونے اور شرعی پابندیاں اختیار کرنے پر مخالفت کا شکار ہونے والی مسلمان بہنیں اس واقعہ سے خاص طور پر درسِ ہدایت وہمت حاصل فرمائیں اور ذرا ذرا سی بات پر دل چھوڑ کر نہ بیٹھیں۔ جس طرح فاطمہ بنتِ خطاب (رضی اللہ عنہا) نے اپنی ہمت وجرأت سے بھائی کو دین کی جانب مائل فرمالیا، ان شاء اللہ عزوجل آپ بھی ایک نہ ایک دن اپنے تمام گھر والوں کو ضرور بضرور دین کی محبت سے سرشار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمت واستقامت وحکمت سے کام لیں اور دامن صبر نہ چھوڑیں۔

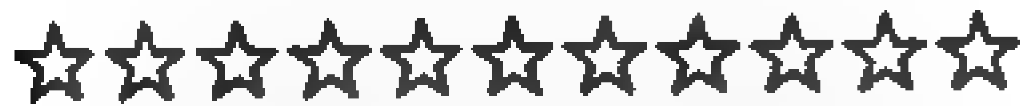
اس عظیم واقعہ سے یہ بھی درس حاصل ہوا کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (ﷺ) کی مخالفت کرے تو چاہے اپنا کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو اس سے قلبی لحاظ سے دشمنی رکھنی ہوگی۔ کیونکہ ہمیں محبت ونفرت کی بنیاد نفس کے انتخاب پر نہیں بلکہ اللہ عزوجل اور اس کے عظیم نبی (ﷺ) کی رضا پر رکھنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ☆ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا کہ جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں، تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

(ترجمہ کنز الایمان۔ پ ۱۰۔ توبہ ۲۴) "

اللہ تعالیٰ ہماری ہر مسلمان بہن کو دین کی راہ میں ہمت واستقامت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {18} عطر بدبودار ہے.......

ایک عورت اسماء بنت مخرمہ مدینہ منورہ میں عطر بیچا کرتی تھی۔ وہ عطر لے کر حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذ (رضی اللہ عنہا) کے پاس آئی اور کہا کہ ''تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنے سردار (یعنی ابوجہل) کو قتل کر دیا؟''...آپ نے تڑپ کر جواب دیا ''نہیں، میں تو اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے اپنے غلام (یعنی ابوجہل) کو قتل کیا ہے۔'' یہ جواب سن کر عطر بیچنے والی نے سیخ پا ہو کر کہا ''مجھ پر حرام ہے کہ میں تمہارے پاس اپنا عطر بیچوں۔'' بی بی ربیع (رضی اللہ عنہا) نے بھی پر جوش انداز میں جواب دیا کہ ''مجھ پر بھی حرام ہے کہ تیرا عطر خریدوں، تیرے عطر سے تو بدبودار میں نے کسی کا عطر پایا ہی نہیں۔''

آپ کہا کرتی تھیں کہ ''اس کا عطر بدبودار نہیں تھا، مگر میں نے اس کو جلانے کے لئے عطر کو بدبودار کہہ دیا تھا، کیونکہ وہ ابوجہل کی مداح تھی۔''

﴿استیعاب صفحہ ۱۸۳۷ جلد ۴﴾

### حاصل مطالعہ

حضرت ربیع بنت معوذ (رضی اللہ عنہا) انصاریہ صحابیہ ہیں اور جنگِ بدر میں ابوجہل کو قتل کرنے والے صحابی حضرت معوذ بن عفرا (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہیں۔

مسلمان کا ایمان کامل اسی وقت ہوتا ہے کہ جب وہ اسے دوست بنائے جسے اللہ اور اس کا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) دوست رکھتے ہوں اور اسے اپنا دشمن جانے جو اللہ اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہو۔

رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں، ''جو اللہ کے لئے کسی کو کچھ دے، اسی کے لئے روکے، اسی کی خاطر دوستی کرے اور اسی کی رضا کے لئے دشمنی

اختیار کرے تو اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔" (بخاری)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

" لَایَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ط۔ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کوئی علاقہ (یعنی تعلق) نہ رہا، مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۳۔آلِ عمران۔۲۸)

مولانا نعیم الدین مرادآبادی (قدس سرہ) اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، "کفار سے دوستی ومحبت ممنوع وحرام ہے، انھیں راز دار بنانا، ان سے موالات کرنا جائز نہیں۔ہاں اگر جان یا مال کا خوف ہے تو ایسے وقت صرف ظاہری برتاؤ جائز ہے۔"

مذکورہ واقعہ، آیتِ مبارکہ اور حدیثِ کریمہ سے درسِ ہدایت حاصل کرتے ہوئے ہماری وہ مسلمان بہنیں اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرکے احتیاط کا راستہ اختیار فرمائیں کہ جو غیر مسلموں اور گستاخانِ رسول (ﷺ) سے روابط رکھنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتیں اور جب انھیں منع کیا جائے تو اس قسم کی فاسد دلیلیں دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ "ہمارے سامنے تو انھوں نے کبھی بھی اسلام ..یا.. پیارے آقا (ﷺ) کے خلاف نہیں بولا........"

ایسی بھولی بھالی بہنوں کی خدمت میں چند معروضات حاضر ہیں کاش! سمجھ میں آجائیں۔

(1) کیا آپ غیر مسلموں کی ہمارے مذہب سے ٹکرانے والی ناشائستہ حرکتوں اور گستاخانِ رسول (ﷺ) کی گستاخیوں کو برا محسوس نہیں کرتیں؟.......

یقیناً آپ کا جواب ہاں میں ہی ہوگا۔تو اب ایمان داری سے خود پر غور فرمائیں کہ کیا آپ نے کبھی جرأت کی کہ اپنی ان دوستوں ..یا..محلہ داروں کے سامنے برملا ان کی مذکورہ غلطیوں کو بیان کریں؟.....اب یقیناً آپ کا جواب نہ میں ہوگا ، کیونکہ انسان جب کسی سے محبت ودوستی کا تعلق قائم کرتا ہے تو اولاً تو اسے دوست کے عیب نظر ہی نہیں آتے....اگر نظر آتے بھی ہیں تو وہ فطرتاً، اس کی مثبت تاویلیں کر کے اپنے دوست کو بچانے کی کوشش کرتا ہے...اور... یا پھر مروت اس کی زبان کو حق کہنے سے روک دیتی ہے۔

پس اب آپ غور فرمائیں کہ جن کیفیات کی بناء پر آپ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو بیان کرنے سے رکی ہوئی ہیں، کیا یہی کیفیات ان پر بھی طاری نہیں ہوسکتیں؟......

اب واضح ہوگیا کہ ان کا آپ کے سامنے مذہبِ اسلام ..یا معاذ اللہ رحمتِ کونین (ﷺ) کی شان میں گستاخی نہ کرنا صرف اور صرف آپ کی مروت میں ہے، جس دن یہ مروت ختم ہوئی ، ان کا اصل رنگ خوب کھل کر آپ کے سامنے آجائے گا............لیکن ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی آپ کے لئے لازم ہو چکی ہو۔

(2) یہ ضابطہ آپ نے کہاں سے حاصل کیا کہ جو تمہارے سامنے گستاخیِ رسول (ﷺ) کرے اسے دوست مت بنانا ، ہاں جو تمہارے سامنے

محتاط رہے لیکن پیٹھ پیچھے اس ذریعے سے خوب دوزخ کا ایندھن جمع کرے اس سے دوستی کرنے میں حرج نہیں؟.......کیا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں بھی ایسی کوئی مثال ملتی ہے؟.........

(3) کیا آپ کو معلوم ہے کہ مذہب اسلام کے بنیادی عقیدے کیا کیا ہیں؟....حبیب خدا (ﷺ) کے حقوق کون کون سے ہیں؟.....ہمیں ان سے متعلق کن کن عقائد کا قائل ہونا ضروری ہے اور کن کا مستحب؟.....ان کی طرف کس بات کی نسبت کرنا..یا..کس کمال کا انکار کرنا کفر ہے اور کس کا گمراہی میں داخل؟........

یقیناً جس علم دین سے محروم معاشرے میں ہم نے آنکھ کھولی ہے، اس میں یہ امید بہت کم کی جاسکتی ہے کہ کوئی مسلمان بہن ان تمام تفصیلات کو جاننے کی سعادت حاصل کئے ہوئے ہو، لھذا اب بغیر ناراض ہوئے غور فرمائیں کہ اگر آپ کی دوست آپ کے سامنے کوئی قابلِ گرفت بات کرے بھی تو آپ کو کیا معلوم کہ اس پر شرعی گرفت ہوتی بھی ہے..یا..نہیں؟

(4) ہزار ہا چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں ذاتی تجربہ ضروری نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سن کر بھی یقین کی دولت حاصل ہوتی ہے۔مثلاً شائد آپ نے پوری زندگی اپنے سامنے سانپ نہ دیکھا ہو..یا..دیکھا بھی ہو تو اس نے آپ کو کاٹا نہ ہو۔لیکن آپ نے یہ ضرور سن رکھا ہے کہ سانپ کاٹ لے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔اب اگر آپ کے سامنے سانپ آجائے تو آپ یہ کہہ کر اسے ہاتھ سے پکڑنے کی ہمت کرسکتی ہیں کہ اس نے میرے سامنے تو کسی کو..یا..مجھے کاٹا ہی نہیں، لھذا پکڑنے میں کیا حرج ہے؟........

آپ کوئی جواب نہ بھی دیں تو جواب بالکل واضح ہے، بس آپ کی

خدمت میں یہی گزارش ہے کہ ضروری نہیں کہ سانپ آپ کو کاٹے تب ہی آپ اس کا یقین کریں، چونکہ اس کی فطرت میں ہی ڈسنا ہے لھذا احتیاط کرنی ہو گی، اسی طرح غیر مسلم اور بدمذہب ضروری نہیں کہ آپ کے سامنے اسلام ..یا۔حبیب کبریا (ﷺ) کی گستاخی کریں، چونکہ ان کی طبیعت میں ہی اسلام اور رسول اللہ (ﷺ) کے خلاف نفرت کا زہر ملا ہوا ہے، لھذا ان سے بھی بچنا ہی ہوگا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

تَرٰی كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَاقَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ☆وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَ مَااُنْزِلَ اِلَيْهِ مَااتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ☆لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا.

ان میں سے تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو اُن کی طرف اترا (یعنی قرآن) تو کافروں سے دوستی نہ کرتے، مگر ان میں سے بہت سے فاسق ہیں، ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۶۔مائدہ۸۲)

یہ تو عام لوگوں کا معاملہ ہوا، اگر کوئی آپ کا کوئی قریب ترین رشتہ دار بھی اس جرم میں ملوث ہو تو اس سے بھی کنارہ کشی ضروری قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

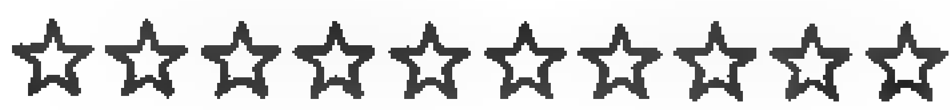
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ☆

اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا، تو وہی ظالم ہے۔

(ترجمۂ کنزالایمان، پ۱۰۔توبہ۲۳)

چونکہ یہ معاملہ کفر و ایمان کا تھا لھذا کلام کچھ طویل ہوگیا، کاش! کوئی مسلمان بہن، عقل کے استعمال کو ترک کر کے عینکِ عشق پہن کر اس تحریر کو پڑھے تو بہت بہتری کی امید ہے۔

اللہ تعالیٰ صرف اور صرف مسلمان عاشقانِ رسول (ﷺ) سے قریب ..اور.. غیر مسلموں اور بدمذہبوں کے سائے سے بھی محفوظ رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {19} مردوں کے ثواب میں سے حصہ

حضرت اسماء بنت یزید (رضی اللہ عنہا) نے ایک مرتبہ رسولِ اکرم (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میں بہت سی عورتوں کی قاصد کی حیثیت سے حاضر ہوئی ہوں۔ ہماری عرض یہ ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ ہم عورتیں بھی آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ (ﷺ) کی پیروی کا عہد کیا ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ عورتیں پردہ نشیں بنا کر گھروں میں بٹھا دی گئی ہیں، ہم اپنے شوہروں کی خواہشات پوری کرتی ہیں، ان کے بچوں کو گود میں لئے پھرتی ہیں، ان کے گھروں کی رکھوالی..اور..ان کے مالوں اور سامان کی حفاظت کرتی ہیں۔ جب کہ مرد حضرات جنازوں اور جہادوں میں شرکت کر کے اجرِ عظیم حاصل کر لیتے ہیں۔ آپ ہمیں بتائیے کہ ان مردوں کے اجر و ثواب میں سے ہم عورتوں کو بھی حصہ ملے گا..یا..نہیں؟"

یہ سن کر سرکارِ دو عالم (ﷺ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا کہ "دیکھو اس عورت نے اپنے دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال کیا ہے۔" پھر آپ نے ارشاد فرمایا "اے اسماء! تم سن لو اور جا کر بقیہ عورتوں کو بتا دو کہ اگر وہ اپنے شوہروں کی خدمت گزاری کر کے ان کو خوش رکھیں..اور..ہمیشہ شوہروں کی خوشنودی طلب کریں..اور..ان کی فرمانبرداری کرتی رہیں تو انھیں بھی مردوں کے اعمال کے برابر ہی ثواب ملے گا۔" یہ سن کر حضرت اسماء بنت یزید (رضی اللہ عنہا) خوشی و مسرت میں سرشار، تکبیر لگاتی ہوئی واپس تشریف لے گئیں۔

(اسد الغابہ۔صفحہ ۳۹۸ جلد پنجم)

## حاصلِ مطالعہ

اگر کوئی مسلمان بہن کسی قسم کا شرعی مسئلہ نہ جانتی ہو تو اسے چاہیئے کہ کسی ذریعے سے کسی عالمِ دین ..یا..صاحبِ علم مسلمان بہن سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ☆تو اے لوگو،علم والوں سے پوچھو،اگر تمہیں علم نہ ہو۔'' (ترجمۂ کنز الایمان۔پ ۱۷۔الانبیاء ۷)

ہماری اسلاف کرام اس حکمِ شرعی پر سختی کے ساتھ عامل نظر آتی ہیں ،انھیں جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا،تو اسے معلوم کرنے میں بالکل وقت ضائع نہ فرماتی تھیں۔نیز ان پر ہمہ وقت فکرِ آخرت غالب رہا کرتی تھی،ایسے اعمال کی جستجو رکھنا جو آخرت میں بلندیٔ درجات کا سبب بنیں،ان کی عادت میں شامل تھا۔مذکورہ واقعہ سے دونوں باتیں بخوبی معلوم ہو رہی ہیں۔

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحمت کے قربان جایئے کہ آپ نے عورتوں کو مردوں کے تمام نیک اعمال میں برابر کا شریک قرار دیا،لیکن اس کے لئے شرائط یہ مقرر فرمائیں کہ وہ عورتیں اپنی تمام تر گھریلو ذمہ داریاں خوش اسلوبی وخوشدلی سے ادا کرتی رہیں۔

ہماری آج کے دور کی مسلمان بہنوں کو بھی چاہیئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے،اپنے گھر کے کام کاج اور دیگر ذمہ داریاں دل لگا کر پوری فرمائیں اور اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی کوشش کریں،ان شاء اللہ اس کی برکت سے نہ صرف انھیں مرد حضرات کے اعمال میں سے بلحاظِ ثواب حصہ حاصل ہوگا

بلکہ گھر کا ماحول بھی بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔کیونکہ گھروں میں اکثر جھگڑے کام چوری کی بناء پر ہی ظہور پزیر ہوتے ہیں۔

اس موقع پر وہ مسلمان بہنیں سنجیدگی کے ساتھ اپنے بارے میں غور فرمائیں کہ جو اپنے ذمہ لگائے گئے کام 'گھر کی دوسری مسلمان بہنوں کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کی مذموم عادت اپنائے ہوئی ہیں، بلکہ اس پر فخر کرتی بھی نظر آتی ہیں۔ایسی بہنیں، کام سے راہِ فرار اختیار کرنے کی بناء پر ثواب سے تو محروم رہتی ہی ہیں، لیکن ان کی اس عادتِ بد کی بناء پر گھر کا پر امن ماحول روزانہ' میدان جنگ کی صورتِ حال پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

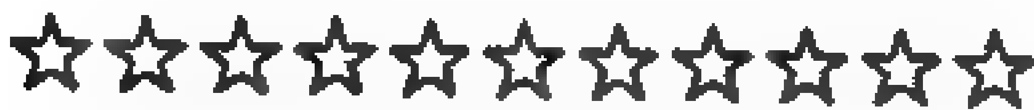
آپ اس پہلو پر بھی ضرور غور فرمائیں کہ پیارے آقا (ﷺ) نے حصولِ ثواب کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ (معاذ اللہ) تمہیں مردوں کے شانہ بشانہ باہر نکل کر مردانہ کام کرنے ہوں گے، جس کے باعث اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور تم پر انعامات کی بارش ہونے لگے گی......اور نہ ہی رسول اللہ (ﷺ) کے جوابِ مبارک کو سن کر بی بی اسماء (رضی اللہ عنہا) نے یوں عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم تو گھروں کی قید سے آزاد ہونے کا ذہن بنا کر آئیں تھیں اور آپ ہمیں دوبارہ اسی کی ترغیب دے رہے ہیں، آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم باہر جا کر مردوں کے ساتھ رہتے ہوئے ہر قسم کا کام سرانجام دیں.........

چنانچہ اس سے وہ مسلمان بہنیں درس حاصل فرمائیں جو گھر میں رہ کر

درجات کی بلندی کی کوشش کو "مردوں کی جانب سے ظلم" سے تعبیر کرتی ہیں اور جب انھیں سمجھایا جائے تو سیخ پا ہو کر بغاوت پر اتر آتی ہیں۔ انھیں اس بے جا ضد کو چھوڑ کر یہ ضرور سوچنا ہوگا کہ بظاہر کتنی ہی آزادی حاصل کر لیجئے، آخر ایک دن تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقید ہو کر حاضر ہونا ہی پڑے گا.........

اس وقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خوشی کے حصول پر نعرۂ تکبیر بلند کرنا ہماری اسلافِ کرام کا طریقہ رہا ہے۔ لیکن مسلمان بہنوں کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ نعرہ بلند کرتے ہوئے آواز کسی غیر مرد تک نہ پہنچے۔ کیونکہ عورت کو آواز پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن کو اپنی گھریلو ذمہ داری پوری کر کے مردوں کے ثواب میں حصہ دار بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {20} کیا میرا بیٹا جنت میں ہے؟

مروی ہے کہ غزوۂ بدر میں ایک غائبانہ تیر سے حضرت ربیع بنت نضر (رضی اللہ عنہا) کے بیٹے حضرتِ حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے مرتبۂ شہادت حاصل فرمایا، تو انہوں نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کی کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ مجھے حارثہ کے بارے میں خبر کیوں نہیں دیتے؟.... کیونکہ اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر کروں، ورنہ اس کی محرومی پر اظہارِ افسوس کیا جائے۔" رحمتِ دوعالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "اے ام حارثہ! جنتیں تو بہت سی ہیں، لیکن تیرا بیٹا جنت الفردوس میں ہے۔"

{بخاری. باب من اتاہ سھم غرب فقتلہ}

### حاصل مطالعہ

سبحان اللہ! ہماری اسلافِ کرام، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ عقیدہ رکھا کرتی تھیں کہ اس نے اپنے محبوب (ﷺ) کو اس بات کا علم دیا ہوا ہے کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ یہی سبب تھا کہ بی بی ربیع بنت نضر (رضی اللہ عنہا) نے پیارے آقا (ﷺ) سے اپنے بیٹے کے جنت میں دخول وعدمِ دخول کا سوال فرمایا۔

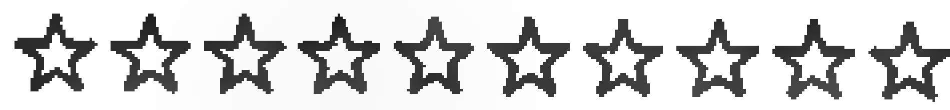
یہاں یہ بات بھی خوب یاد رکھیں کہ کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کے بارے میں علم کا تعلق، علمِ غیب سے ہے تو جب ہمارے نبی پاک (ﷺ) کو ان باتوں کا علم تھا تو یہ عقیدہ رکھنا بھی بالکل حق اور درست ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) ارشاد فرماتے ہیں،

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ہمیں بھی چاہیئے کہ اصحابِ رسول (ﷺ) کی اتباع میں اپنے نبی پاک (ﷺ) کے بارے میں یہی عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ کو علمِ غیب عطا فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عقائد کی درستگی اور مضبوطی پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {21} قابلِ رشک ماں ..........

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا شرفِ صحابیت سے سرفراز ہیں۔ محرم ۱۴ ہجری میں جنگِ قادسیہ کے خون ریز معرکہ میں یہ اپنے چاروں جوان بیٹوں کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ جس وقت لڑائی کا تنور پوری طرح گرم ہوا تو آپ نے بیٹوں کو حکم دیا کہ، ''میرے بچو! جاؤ اور آخری دم تک راہِ حق میں لڑو۔''

ماں کا حکم سنتے ہی چاروں بھائی گھوڑوں کی باگیں اٹھائے رجز پڑھتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ والدہ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو کہا، ''اللہ کا شکر ہے کہ میرے فرزندوں نے پیٹھ نہیں پھیری، اللہ عزوجل نے ان کی شہادت کا شرف مجھے بخشا، اس ذاتِ رحیم سے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی رحمت کے سائے میں میرے بچوں کے ساتھ مجھے بھی جگہ عطا فرمائے گا۔''

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اس واقعہ سے بے حد متأثر ہوئے اور چاروں بیٹوں کی تنخواہیں، انھیں عطا فرمانے لگے۔ ﴿اسد الغابہ۔ صفحہ ۴۴۲ جلد پنجم﴾

### حاصل مطالعہ

ہماری اسلافِ کرام کی پوری زندگی، دین کی راہ میں قربانیوں سے مرکب ہے۔ جب بھی دین کے نام پر کسی پیاری سے پیاری چیز قربان کرنے کا موقع آیا وہ اس میں قطعاً ہچکچاہٹ محسوس نہ فرماتی تھیں اور قربانی کے بعد بھی ان کی زبان پر کلماتِ شکوہ وشکایت نہیں بلکہ الفاظِ شکر ہی جاری ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے پیشِ نظر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے ساتھ ساتھ اس قسم کی آیات بھی ہوا کرتی تھیں کہ،

''اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ

الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ ط ''کیا (تم) اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد (یعنی حالت) نہ آئی۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۔بقرہ،۲۱۴)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی (قدس سرہ) اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں،''یہ آیتِ مبارکہ،غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی ، جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیف پہنچی تھی ۔ اس (آیت) میں انھیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا (زمانہ) قدیم سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے،ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں نہیں پہنچی ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت خباب بن الارت (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سایۂ کعبۃ اللہ میں اپنی چادرِ مبارکہ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے،ہم نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!''آپ ہمارے لئے دعا نہیں کرتے اور مدد نہیں فرماتے ؟''رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواباً فرمایا،''تم سے پہلے لوگ گرفتار کئے جاتے تھے،زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے،آروں سے چیر کر دو ٹکڑے کر دئے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے،لیکن ان میں سے کوئی مصیبت انھیں ان کے دین سے روک نہیں سکتی تھی۔''

بی بی خنساء (رضی اللہ عنھا) کی قربانی بہت عظیم قربانی ہے،کیونکہ جس ماں کے چار ہی بیٹے ہوں اور وہ خود بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہو...اور پھر اپنی کمزوری اور لاغری کی پرواہ کئے بغیر چاروں کے چاروں بیٹے راہِ دین میں لٹا دے،تو سوچئے کہ یہ کتنے ضبط وحوصلے کی بات ہے اور اس ہمت کا صدور اسی

سے ہوسکتا ہے کہ جس کے ذہن میں آخرت کی کامیابی کے علاوہ اور کوئی مقصد پنہاں نہ ہو۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ اس معاملے میں ہمہ وقت خود کو تیار رکھیں اور اس راہ میں قربانی سے کسی قسم کا دریغ نہ کریں، نہ ہی اسے معاذ اللہ بوجھ و مصیبت تصور فرمائیں، اسکا دنیا میں بھی فائدہ حاصل ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

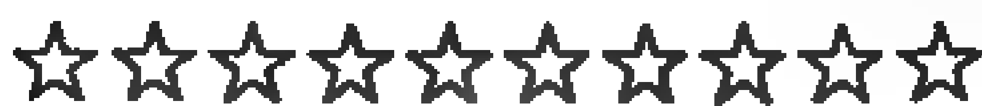
''**یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْ كُمْ**۔اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۶۔محمد ۷)

اور آخرت میں بھی جیسا کہ اوپر مذکورہ آیت سے معلوم ہوا۔

بی بی خنساء (رضی اللہ عنہا) سے ہماری وہ مسلمان بہنیں لازمی طور پر سبق حاصل کریں کہ جو نہ صرف خود دین کی خاطر قربانیوں سے راہِ فرار اختیار کرتی نظر آتی ہیں بلکہ اپنے شوہر..یا..اولاد..یا..بھائی وغیرہ کی اس قسم کی مبارک کوششوں کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند رکاوٹ بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی مول لیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن کو اپنی اولاد کو خوش دلی سے دین کا کام کرنے کی اجازت دینے اور اس میں ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {22} صبر کی پہاڑ.......

طواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر پڑی۔ وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبرو تھی۔ آپ نے فوراً نگاہیں ہٹاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا ''بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا، شاید یہ اس کی خوشحالی اور فکر وغم سے آزادی کا نتیجہ ہے۔''

عورت نے آپ کی یہ بات سن لی۔ اس نے کہا ''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟...... واللہ! میں غموں سے چور چور ہوں اور میرا دل رنج وآلام سے زخمی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ''تجھے کون سا غم لاحق ہے؟''......وہ بولی ''ایک دن میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا، قریب ہی میرے دونوں چھوٹے بچے کھیل رہے تھے، ایک شیر خوار میری گود میں تھا، میں کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی۔ دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دوسرے سے کہا، ''میں تجھے بتاؤں کہ ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا؟'' چھوٹے نے کہا، ''ہاں بتاؤ۔'' بڑے نے چھری ہاتھ میں لی، بھائی کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا۔ بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔

اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا مگر اسے نہ پا سکا، کیونکہ بھیڑیئے نے اسے پھاڑ کھایا تھا۔ میرا شوہر بھی پہاڑ سے زندہ واپس نہ آسکا، پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی۔ ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں اسے دیکھنے گئی اور شیر خوار بچہ چولہے کے پاس چھوڑ گئی۔ اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر

انڈیل لی اور جل کر ہلاک ہو گیا۔..........

میری، ان تمام بچوں سے بڑی ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی ،وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی ۔ ان واقعات کی خبر اس کو پہنچی، تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کرسکی اور تڑپ تڑپ کر مرگئی۔..........

اب صرف تنہا میں رہ گئی ہوں، جو ان تمام غموں کا بوجھ لئے زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔''

آپ نے اس کی داستانِ غم سنی تو بے حد متعجب ہوئے اور پوچھا، ''آخر تو نے ان تمام آزمائشوں پر صبر کیسے کرلیا؟'' اس نے جواب دیا، ''جو بھی صبر اور بے صبری پر غور کرے گا تو ان کو الگ الگ پائے گا، پس اگر خوشحالی ظاہر کر کے صبر اختیار کیا تو اس کا انجام بہتر اور پھل میٹھا ہوگا، اور اگر بے صبری میں مبتلاء رہا تو اس کا انجام برا اور اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔ لھذا میں بھی صبر کر رہی ہوں اور ان مصیبتوں کے باعث پیدا ہونے والے آنسو میرے دل پر گر رہے ہیں۔''

اتنا کہہ کر وہ عورت آپ کے پاس سے رخصت ہوگئی۔ ﴿روض الریاحین، صفحہ ۲۱۹﴾

## حاصل مطالعہ

مصیبت پر صبر کرنا یقیناً بہت اہم و عظیم و باعثِ برکت کام ہے، اس کی عظمت کا اندازہ اس آیتِ پاک سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ

''اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ☆ مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان، پ۱۲، ھود ۱۱)

اس میں ثواب کی کثرت اور اس میں پوشیدہ عظمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کی سنتِ مبارکہ ہے۔ جس پر بے شمار احادیث گواہ ہیں۔ جیسا کہ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ ابوسیف لوہار کے ہاں گئے جو کہ ابنِ رسول، سیدنا ابراہیم (رضی اللہ عنہ) کا رضائی والد تھا۔ رحمتِ دو عالم (ﷺ) نے اپنے صاحب زادے کو گود میں اٹھایا، انہیں چوما اور سونگھا۔ کچھ عرصہ بعد ہم رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ دوبارہ وہاں گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم (رضی اللہ عنہ) جان کنی کے عالم میں تھے۔ انہیں اس تکلیف میں مبتلاء دیکھ کر رسول اللہ (ﷺ) کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

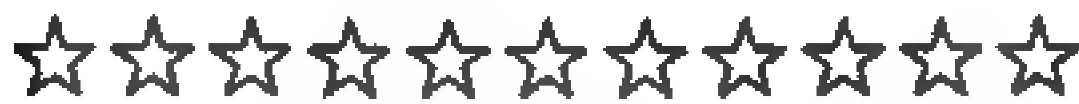
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ بھی اشک باری فرما رہے ہیں؟" رحمتِ عالم (ﷺ) نے جواباً ارشاد فرمایا، "اے ابنِ عوف! یہ تو رحمت ہے (یعنی یہ شفقت کی بناء پر ہے، بے صبری کا رونا نہیں)۔" یہ فرما کر دوبارہ رونے لگے، پھر فرمایا، "بلاشبہ آنکھیں بہہ رہی ہیں اور دل غمگین ہے، مگر ہم وہی کریں گے جس سے ہمارا رب عزوجل راضی ہو (یعنی ہم صبر فرمائیں گے) اے ابراھیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔" (بخاری و مسلم)

لھذا معلوم ہوا کہ صبر کرنا ہی ہمارے لئے باعث برکت ہے۔ اس کے برعکس بے صبری نہ صرف ثواب کو ضائع کروا دیتی ہے بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کے

غضب میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کا فرمانِ عالیشان ہے کہ، ''بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ملتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت فرماتا ہے تو انہیں آزمائشوں میں مبتلاء کر دیتا ہے۔ جو راضی ہوتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو ناراض ہوتا ہے (یعنی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے) تو اس کے لئے ناراضگی ہے۔'' (ترمذی)

اس سے ہماری وہ مسلمان بہنیں درسِ عبرت حاصل فرمائیں جو اس قسم کے موقعوں پر شکوہ شکایت کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ، بلکہ بسا اوقات کلماتِ کفر بک کر دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن کو صبر و تحمل کا پہاڑ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {23} اللہ عزوجل کی غیبی مدد......

ایک باندی، ایک عالم دین کی خدمت میں مسائل ومعارف کے سلسلہ میں حاضر ہوا کرتی تھی ۔وہ بہت حسین وجمیل تھی اور پردہ وغیرہ کا نہایت اہتمام کیا کرتی ۔انہوں نے ایک روز بازار میں دیکھا کہ ایک شخص اسے فروخت کر رہا ہے۔وہ عالم صاحب اس کنیز کے پاس گئے اوراس کے بیچنے والے سے اس کا حال دریافت کرنے لگے۔اس نے بتایا کہ اس کا مالک ایک آتش پرست ہے۔

اس دوران وہ آتش پرست بھی آ پہنچا، اس نے عالم صاحب کو بتایا کہ ''میں نے اسے ہوشیار اور خوبصورت دیکھ کر خریدا تھا اور اس وقت یہ ہمارے معبود کی دل لگا کر عبادت بھی کیا کرتی تھی ۔لیکن ایک شب تمہارے مذہب کا ایک آدمی آیا اور اس نے اس کے سامنے کچھ پڑھا، جسے سنتے ہی یہ چیخ مار کر گر پڑی ۔پس اس کے بعد اس نے ہمارے مذہب اور طریقۂ عبادت کو ترک کر دیا ، ہمارا کھانے سے انکار کر دیا اور اب یہ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتی ہے، اس لئے میں اس سے نالاں ہوں، بھلا میں ایسی لونڈی رکھ کر کیا کروں گا؟''

عالمِ دین نے اس کنیز سے تصدیق چاہی تو اس نے بھی تصدیق کی ۔ عالمِ ربانی نے دریافت کیا،''اس مسلمان نے تجھے کیا سنایا تھا؟'' کنیز نے جواب دیا،''اس نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی تھی،

'' فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ☆ وَ لَاتَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ط اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ☆ تو

اللہ کی طرف بھاگو، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ، بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۷۔الذاریات ۵۱،۵۲)

جب سے میں نے یہ آیتِ مبارکہ سنی ہے، میرا دل بے قرار ہو گیا ہے اور میرا جو حال ہے، آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔"

عالم ربانی اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپ نے اسے مالک سے خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ ابھی آپ نے بات چیت شروع ہی فرمائی تھی کہ اس مالکِ کنیز کا ایک چچازاد بھائی آ گیا، اس نے مالک سے کہا کہ "تو اسے مسلمان کو کیوں بیچتا ہے؟ اسے میرے حوالے کر دے میں اسے دوبارہ مجوسیت کی جانب لوٹا دوں گا۔" مالک نے بات مان کر کنیز کو اس کے حوالے کر دیا۔ یہ تمام معاملہ دیکھ کر ان عالم صاحب کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ کنیز نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر کہا، "آپ میری بالکل فکر نہ کیجئے گا، اللہ تعالیٰ بہتری فرمائے گا۔ عالمِ دین بوجھل قدموں سے گھر کو واپس آ گئے۔

کچھ عرصہ بعد آپ اپنی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کنیز کو لے جانے والا نوجوان بھی مسلمانوں کی صف میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ بعدِ نماز آپ نے حیرت کے ساتھ اس نوجوان سے معاملہ دریافت کیا، اس نے جواب میں کہا کہ "جب میں اسے لے کر اپنے گھر پہنچا تو اس نے عادت بنا لی کہ اکثر گھر والوں کے سامنے توحیدِ خداوندی بیان کرتی، انہیں آگ کی عبادت سے

ڈرا کر خدائے واحد کی عبادت کی جانب مائل کرتی اور جنت کی خوبیاں ذکر کرتی رہتی۔ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کہ یہ تو میرے پورے گھر کو بگاڑ دے گی۔ میں اس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے لایا تھا، یہ ہم سب کو مجوسیت سے پھیر رہی ہے۔

میں نے اس الجھن کو اپنے ایک دوست سے بیان کیا۔ دوست نے رائے دی کہ ''اس پر سختی کا راستہ نکالنے کی ترکیب یہ ہے کہ اسے اپنی طرف سے کچھ مال امانت کے طور پر رکھنے کو دو اور وہ جہاں رکھے، خاموشی کے ساتھ وہاں سے غائب کر دو۔ اس کے بعد اس سے طلب کرو، جب مال اس کے پاس ہے ہی نہیں تو دے گی کہاں سے؟ اس وقت تمہیں اختیار ہوگا کہ اس بہانے اسے خوب مارو پیٹو اور جیسے چاہو، ویسے اسے کرنے کو کہو۔''

میں نے اس رائے پر عمل کیا اور کنیز کو پانچ سو دینار کی تھیلی رکھنے کو دی، جب وہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئی، تو میں نے چپکے سے تھیلی اڑا لی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے اس سے تھیلی طلب کی۔ وہ گئی اور بڑے اطمئنان کے ساتھ ایک بالکل ویسی ہی تھیلی لے کر آ گئی۔ میں نے اسے کھولا تو اس میں پورے پانچ سو دینار تھے۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال جم گیا کہ یہ سب کچھ یقیناً اس کے معبود کے کرم سے ہے، تو معبود برحق اسی کنیز کا معبود ہے۔ اس کے بعد میں، میرے گھر والے اور میرا دوست سب مسلمان ہو گئے اور تسلیم کر لیا کہ یقیناً وہ خدا جس پر کنیز کا ایمان ہے، سچا اور حقیقی معبود ہے، اور پھر میں نے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ ﴿روض الریاحین۔ صفحہ ۲۵۰﴾

## حاصل مطالعہ

قرآنی مضامین ' بے حد تاثیر کے حامل ہیں، اگر انھیں غور و تامل سے پڑھا جائے تو ممکن نہیں کہ دل کی دنیا تبدیل اور ظاہر و باطن میں عظیم انقلاب برپا نہ ہو۔...... کسی مبلغ کا قرآن پڑھ کر اس کنیز کو دین کی روشنی سے ہدایت حاصل کرنے کے قابل بنانا اسی تاثیر کی کرم نوازی تھی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی اللہ کی بندی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کرے، گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کی ذات پاک پر کامل توکل و بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل و پریشانی سے نجات کی راہیں ضرور نکال دیتا ہے۔

نیز دین کی دعوت دینے کے لئے ضروری نہیں کہ حالات بالکل ہمارے موافق ہوں بلکہ چاہے کیسی ہی آزمائش کیوں نہ ہو ہمیں دین کی دعوت ضرور دینی چاہیئے۔ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ سامنے والا ہماری بات کہاں مانے گا لھذا اسے دعوت دینے کا کیا فائدہ؟...... بلکہ یہ ذہن بنانا ضروری ہے کہ دعوت دینا ہمارا کام ہے جب کہ ہماری زبان سے نکلنے والے الفاظ میں تاثیر پیدا فرمانا اور اس کی برکت سے سامنے والے کے دل کو تبدیل کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ اگر مذکورہ کنیز بھی فقط اپنے موافق حالات کے انتظار میں وقت ضائع کر دیتی تو شائد مجوسیوں کا وہ پورا خاندان' اسلام کی لازوال دولت سے کبھی بھی فیضیاب نہ ہو پاتا۔

آج بھی اگر کوئی مسلمان بہن' اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد، زبان کی تاثیر میں اضافے اور نیکی کی دعوت میں برکت کی متمنی ہو تو اُسے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت

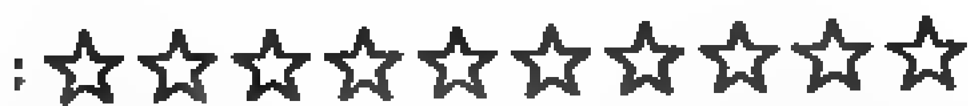
میں زندگی بسر کرنا ہوگی.... گناہوں سے کنارہ کشی کو لازم پکڑنا... اور... اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ کرنا ہوگا۔

یہاں دو باتیں یاد رکھنی بے حد مفید رہیں گی۔

﴿1﴾ توکل کا لغوی معنی ہے "بھروسہ کرنا" اور شرعی اعتبار سے "اس بات کا پختہ یقین رکھنا اور دل کا اس بات پر مضبوطی سے جم جانا کہ میرے بدن کو قائم رکھنا، میری تمام حاجات کو پورا کرنا اور ہر تنگی و مصیبت سے بچانا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔"

﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم کوشش کو بالکل ترک کر دیں، نہیں بلکہ ہمیں شرعی لحاظ سے حکم ہے کہ کوشش بھی کریں لیکن کام کے انجام کی بہتری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھیں، جیسا کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھنے کے لئے اونٹ پر سوار مسجد تشریف لائے، وہاں پہنچ کر رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اونٹ کو کھلا چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں.. یا.. باندھ کر؟...... پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب عنایت فرمایا، "باندھ کر اللہ پر توکل کر۔" (مشکوۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توکل کی صفت سے متصف فرمائے اور ہر قسم کے حالات میں تبلیغِ دین کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {24} روٹی رہے گی..یا..میں...

حضرت شیخ شاہ کرمانی (رحمۃ اللہ علیہ) شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ نے زہد وتقوی اختیار فرمایا ہوا تھا اور دنیاوی مشاغل سے بہت دور ہو چکے تھے۔آپ کی ایک صاحبزادی تھیں جو بہت حسین وجمیل اور نیک وپرہیزگار تھیں۔ایک دن اس صاحبزادی کے لئے بادشاہ کرمان نے نکاح کا پیغام بھیجا۔آپ یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ شہزادی بن کر میری بیٹی دنیا کی طرف مائل ہو، لھذا آپ نے کہلا بھیجا کہ مجھے جواب کے لئے تین روز کی مہلت دیں۔

اس دوران آپ مسجد مسجد گھوم کر کسی صالح انسان کو تلاش کرنے لگے۔ دورانِ تلاش ایک لڑکے پر آپ کی نگاہ پڑی، عبادت وپرہیزگاری کا نور اس کے چہرے پر واضح طور پر تجلی فرما تھا۔آپ نے اس سے پوچھا ''تمہاری شادی ہو چکی ہے؟''...اس نے نفی میں جواب دیا۔پھر پوچھا ''کیا کسی ایسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہو جو قرآن مجید پڑھتی ہے، نماز روزہ کی پابند ہے، خوبصورت پاکباز اور نیک ہے؟''...اس نے کہا، میں تو ایک غریب شخص ہوں بھلا مجھ سے ان صفات کی حامل لڑکی کا رشتہ کون کرے گا؟''...آپ نے فرمایا ''میں کرتا ہوں، یہ دراہم لو، ایک درہم کی روٹی، ایک درہم کا سالن اور ایک درہم کی خوشبو خرید لاؤ۔''

نوجوان وہ چیزیں لے آیا، آپ نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ اس کے ساتھ کر دیا۔صاحبزادی جب شوہر کے گھر آئی تو اس نے دیکھا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے پانی کی صراحی کے۔آپ نے اس صراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی دیکھی۔پوچھا ''یہ روٹی کیسی ہے؟'' شوہر نے جواب دیا، ''یہ کل کی باسی روٹی ہے، میں نے افطار کے لئے رکھ لی تھی۔'' یہ سن کر فرمایا، مجھے میرے گھر واپس

چھوڑ آیئے۔''نوجوان نے کہا،''مجھے تو پہلے ہی اندیشہ تھا کہ شیخ شاہ کرمانی کی دختر مجھ جیسے غریب انسان کے گھر میں نہیں رک سکتی۔''لڑکی نے پلٹ کر کہا''میں آپ کی مفلسی کے باعث نہیں لوٹ رہی ہوں بلکہ اس لئے کہ خدا پر آپ کا یقین بہت کمزور نظر آ رہا ہے۔اسی لئے مجھے تو اپنے والد پر حیرت ہے کہ انہوں نے آپ کو پاکیزہ خصلت،عفیف اور صالح کیسے کہا جب کہ اللہ پر آپ کے اعتماد کا یہ حال ہے کہ روٹی بچا کر رکھتے ہیں۔''

نوجوان آپ کی بات سے بہت متاثر ہوا اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ نہ رکھنے کی بناء پر ندامت کا اظہار کیا۔''لڑکی نے پھر کہا،''میں ایسے گھر میں نہیں رک سکتی جہاں ایک وقت کی خوراک جمع کر رکھی ہو۔اب یہاں میں رہوں گی ..یا..یہ روٹی؟''.....یہ سن کر نوجوان نے فوراً جا کر روٹی خیرات کر دی۔

﴿روض الریاحین صفحہ ۳۳۰﴾

## حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جا بجا مقامات پر توکل کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا،

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ☆ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۶۔المائدہ ۲۳)

سورۂ آل عمران میں فرمایا،

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔۱۵۹)

اسی سورت میں آگے فرمایا،

وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ☆اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ (کرنا) چاہیئے۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔۱۶۰)

پھر حکم کے ساتھ ساتھ کئی مقامات پر اس کی اہمیت کو مختلف الفاظ میں بیان فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا

''اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ☆بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔آلِ عمران ۱۵۹)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا،

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ☆الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ☆ کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا، وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۱۔العنکبوت۔۵۹،۵۸)

اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونے اور مذکورہ فضائل کو حاصل کرنے کی غرض سے ہماری اکابرین، متوکلین کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہونے کے لئے حد درجہ کوشش فرمایا کرتی تھیں۔مذکورہ واقعہ میں اسی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔گو کہ وہ روٹی رکھنا ناجائز نہ تھا، نہ ہی اس کا خیرات کرنا واجب۔لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی ایک مقبول بندی تھیں اور جو بارگاہِ الٰہی میں جتنا زیادہ مقبول ہوتا ہے، اچھی صفات کے حصول کے لئے اتنی ہی زیادہ محنت اور احتیاط سے کام لیتا ہے، چنانچہ اخص الخواص کے درجے پر فائز ہونے کی بناء پر آپ نے اس روٹی کو اگلے دن کے لئے محفوظ رکھنا توکل کے منافی جانا اور خیرات کے لئے سختی فرمائی۔

اس پہلو پر غور کرنا بھی بے حد مفید رہے گا کہ آخر یہ فکرِ پاکیزہ آپ کو کس طرح حاصل ہوئی؟یقیناً جواب یہی ملے گا کہ یہ سب آپ کے والدِ محترم کی

مخلصانہ تربیت اور آپ کے اس تربیت کو قبول کر لینے کا نتیجہ تھا۔ معلوم ہوا کہ اگر والدین کی نیک نصیحت اور حسنِ تربیت کو صدقِ دل سے قبول کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ ذہن وقلب میں پاکیزگی اور نورانیت پیدا فرما دیتا ہے اور پھر یہ دونوں نعمتیں ہر معاملے میں انسان کو راہنمائی فراہم کرنے کے لئے کافی رہتی ہیں۔

اس پورے واقعہ کو سامنے رکھ کر ہمیں بھی اپنے بارے میں غور کرنا چاہیئے کہ اس درجہ کا نہ سہی، اس سے کم درجے کا ہی توکل حاصل ہے .. یا.. نہیں؟ اگر معلوم ہو کہ اس عظیم نعمت میں سے کچھ نہ کچھ حصہ حاصل کرنے کی سعادت مل چکی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافے کے لئے محنت جاری رکھیں، جس طرح دنیاوی نفع پہنچانے والی چیزوں کے بارے میں ہماری یہی سوچ ہوتی ہے، اور اگر خدانخواستہ محرومی نظر آئے تو فوراً سے پیشتر اس کے لئے عملی کوشش شروع فرمائیں۔ جس طرح کہ دنیاوی ترقی کے لحاظ سے فائدہ مند چیز کے حصول کے لئے انتظار نہیں کیا جاتا۔

نیز جب گھر والوں .. یا.. کسی اور مخلص بہن کی جانب سے کوئی اچھی بات سیکھنے کو ملے تو اسے صدقِ دل سے قبول کر کے عمل کی کوشش فرمائیں تاکہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر نفس وشیطان کی شرارتوں کی بناء پر ٹھوکر نہ کھانی پڑے۔

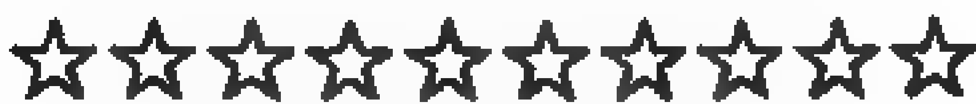
نیز یہ پہلو بھی بے حد غور طلب ہے کہ والد کے کسی نوجوان کو نیک وپرہیز گار قرار دینے پر آپ نے فوراً شادی کے لئے رضامندی کا اظہار فرمادیا، خدانخواستہ کسی دنیادار مالدار سے نکاح کی خواہش کی تمنا نہ فرمائی، کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ نیک شوہر اگرچہ غریب کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والاوہ جوتم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔''(کنزالایمان۔پ ۲۶۔الحجرات۔۱۳)

جب کہ دنیاوی لحاظ سے آسودہ لیکن گناہ گار شوہر بہت بڑی زحمت ثابت ہوگا۔کیونکہ نہ تو اسے رزقِ حلال کی پرواہ ہوگی اور نہ نیکیوں کا کچھ خیال...نہ وہ اخروی تیاری کرے گا اور نہ گناہوں سے بچنے کی کوشش۔اور پھر یقیناً اس کی صحبت کی نحوست سے بچنا ان کے لئے بے حد دشوار ہو جاتا۔

اس سے وہ مسلمان بہنیں درسِ عبرت حاصل فرمائیں کہ جب ان کے سامنے کسی نیک پرہیزگار شخص کا رشتہ پیش کیا جائے تو صرف اس وجہ سے انکار کر دیا جاتا ہے کہ وہ باریش اور نیک ہے...اس کے برعکس ایسے نوجوان کو بحیثیت شوہر قبول کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ جو اپنے برے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کے سبب جہنم میں جانے کا سامان کر رہا ہو..اور..جس کی صحبت عنقریب انھیں بھی خوفِ خدا سے بے نیاز اور عباداتِ الٰہی سے دور کر کے بروزِ قیامت ذلت ورسوائی میں مبتلاء کروادے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی توکل اختیار کرنے،نصیحت قبول کر کے عمل پیرا ہونے..اور..صحیح انتخاب کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {25} اے اللہ !شیطان سے بچا........

حضرت سری سقطی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک خاتون کا واقعہ بیان فرماتے ہیں،

''جب وہ تہجد پڑھنے اٹھتی تو دعا کرتی ''اے اللہ عزوجل! ابلیس بھی تیری ایک مخلوق ہے، اس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے دیکھنے سے قاصر ہوں اور تو اسے دیکھتا ہے، جب کہ وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اور تو اس کے تمام کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا، اے اللہ عزوجل! اگر وہ میری بدخواہی کرے تو اسے روک دے اور اگر وہ مجھ سے مکر کرے تو اس کے مکر کا اسے بدلہ دے، میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھتکارتی ہوں۔''

وہ خاتون یہ دعا کر کے رویا کرتی تھیں۔ کچھ دنوں بعد ان کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ لوگوں نے کہا ''کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔'' انہوں نے کہا ''اگر میری یہ آنکھ جنت والوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عوض مجھے ضرور عطا فرمائے گا، جو بالیقین اس سے اچھی ہوگی اور اگر یہ اہلِ جہنم میں سے ہے تو بہتر یہ ہے کہ اسے خداوند قدوس مجھ سے دور کر دے۔ رضی اللہ عنہا''

﴿روض الریاحین، صفحہ ۳۶۹﴾

### حاصل مطالعہ

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ ہتھیار ہر مؤمن کو حاصل ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ

ہماری مسلمان بہنوں کی اکثریت اس ہتھیار کا صحیح استعمال نہیں جانتی ۔یہی وجہ ہے کہ اس کی مکمل برکات سے اکثر محرومی رہتی ہے۔

اس ہتھیار کے استعمال کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے فقط ان چیزوں کو طلب کیا جائے کہ جن کا تعلق آخرت سے ہو اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (ﷺ) کی رضا کا حصول آسان ہو جائے ۔مثلاً نیک اعمال پر استقامت ،گناہوں سے دوری، نفس و شیطان سے پناہ اور رزقِ حلال وغیرہ۔

اور اس کے استعمال کا نامناسب طریقہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے فقط دنیا..یا..معاذ اللہ کسی ناجائز کام کی تکمیل میں کامیابی کو طلب کیا جائے۔

مذکورہ حکایت میں ایک نیک خاتون کے اس ہتھیار کے صحیح و درست طریقۂ استعمال کا بیان ہے۔شیطان سے پناہ مانگنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ہمارے ایمان کا دشمن ہے،عبادت سے دوری اور گناہوں میں مشغولیت بھی اس کی شرارتوں کی وجہ سے ہی ہے۔اس کا سب سے بڑا مقصود یہ ہے کہ امتِ سرکار (ﷺ) کو کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں گرفتار کروا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنوادے۔اس کے اس مذموم ارادے کو قرآنِ پاک میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے،

"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ☆ بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۳۔الزمر ۸۲)

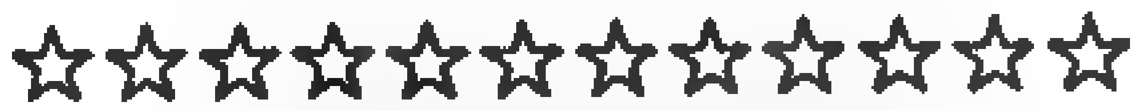
اور اس کے شر سے محفوظ رہنا کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہی ہے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے۔

نیز اپنی آنکھ جاتی رہنے پر شکوہ شکایت نہ کرنا بلکہ رضائے الٰہی پر راضی رہنے والے الفاظ ادا کرنا ثابت کرتا ہے کہ ہماری اسلاف ہر وقت ..اور..ہر حالت میں اپنے رب کی رضا پر راضی رہا کرتی تھیں۔

نیز ان کے نزدیک آخرت کا نقصان دنیا کے نقصان کے مقابلے میں بڑا' جب کہ دنیا کا نقصان آخرت کے مقابلے میں حقیر و کمتر تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے دوسری آنکھ کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ جہنم میں جانے کے لائق ہے تو بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مجھ سے دور کردے۔'' مراد یہ تھی کہ اگر یہ گناہوں کا سبب بن کر جہنم میں جانے کے لائق ہے تو بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خطاؤں میں مشغولیت سے پہلے ہی ضائع فرمادے۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ مذکورہ نیک خاتون کی مثل ہمہ وقت شیطان سے پناہ طلب کرتے رہیں، نیز کسی دنیاوی نقصان پر اپنی سوچ کو انہی کی مثل پاکیزہ اور معیاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {26} قابلِ رشک مرتبہ..........

حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ علیہا) اللہ تعالیٰ کی ایک مقبول ولیہ ہیں۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، قحط سالی کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر کسی غیر معلوم مقام کی طرف روانہ ہو گئیں۔ آپ نے بھی ایک طرف سفر کا ارادہ فرمایا۔ راستے میں ایک ظالم نے پکڑ کر زبردستی آپ (رضی اللہ عنہا) کو کنیز بنا لیا اور کچھ دنوں بعد بہت ہی قلیل رقم میں فروخت کر دیا۔ اس نئے مالک نے آپ سے بے حد مشقت آمیز کام لینے شروع کر دیئے۔

ایک مرتبہ آپ (رضی اللہ عنہا) کہیں جا رہی تھیں کہ اچانک کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اس زور سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے سربسجود ہو کر عرض کیا کہ "یا اللہ عزوجل! میں پہلے ہی بے یار و مددگار تھی اور اب ہاتھ بھی ٹوٹ گیا ہے، اس کے باوجود میں تیری رضا پر راضی ہوں۔" آپ نے یہ بات زبان سے نکالی ہی تھی کہ ایک غیبی آواز آئی کہ "اے رابعہ! غمگین نہ ہو، کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقرب فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے۔" یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے یہاں پہنچ گئیں۔

آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت میں صرف کر دیتیں۔ ایک رات آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو وہ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ آپ ایک گوشہ میں سربسجود ہیں اور ایک نور آپ کے سر پر معلق ہے اور آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہی تھیں کہ "اے مالک! اگر

میرے بس میں ہوتا تو اپنا ہر وقت تیری عبادت میں گزار دیتی لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے، اس لئے میں تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں۔"

آپ کے مرتبے کے انکشاف اور اس مناجات کو سن کر آپ کا آقا بہت پریشان ہو گیا اور اس نے یہ عہد کر لیا کہ آئندہ آپ سے کسی قسم کی خدمت نہ لے گا بلکہ حتی الامکان آپ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر کے درخواست کی کہ "آپ یہیں قیام فرمائیں تو میرے لئے باعث سعادت ہے، ویسے آپ گر کہیں اور جگہ جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔" یہ سن کر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔

﴿تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۴۶﴾

## حاصل مطالعہ

اس واقعہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب ایسے انسان کو ہر قسم کی آفت و تکلیف سے محفوظ کر دیا جائے گا۔ بلکہ جس طرح حالات مذکور ہوئے اس سے یہی پتا چلا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بناتا ہے تو اس پر آزمائش کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس طرح اس کے اخلاص کا امتحان فرماتا ہے۔

پیارے آقا (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو مختلف آزمائشوں میں مبتلاء فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا، "بے شک سب سے زیادہ انبیاء (علیہم السلام) آزمائش اور امتحان میں ڈالے جاتے ہیں، پھر شہید لوگ، پھر وہ جو (مرتبے کے لحاظ

سے) ان کے نزدیک ہیں، پھر وہ جوان کے نزدیک ہیں۔ (احیاء العلوم)

پھر جو شخص اس امتحان و آزمائش میں پورا اترتے ہوئے اسکی رضا پر راضی رہتا ہے، تو اسے مزید انعامات سے نوازتا ہے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مخلوق کے اذہان و قلوب میں اس کی عزت و عظمت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

فی زمانہ ہماری صورتِ حال بالکل مختلف ہے، ہم اگر کچھ عبادت کر بھی لیں تو یہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں کہ اب ہم پر کوئی بھی مصیبت و آفت نہیں آنی چاہیئے، چنانچہ اگر حکمتِ الٰہی کے تحت کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑ جائے تو فوراً زبان پر اس قسم کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں کہ

ہمارا عبادت کرنے کا کیا فائدہ؟......اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تو اس کی نافرمانیوں کے باوجود اتنا نوازا ہوا ہے اور ہم عبادت کر کے بھی محروم ہیں........شائد اس قسم کی مسلمان بہنوں نے عبادت اختیار ہی اس لئے کی تھی کہ اس سے دنیاوی فائدے حاصل کئے جائیں، تبھی تو اس قسم کی بات زبان پر آئی............

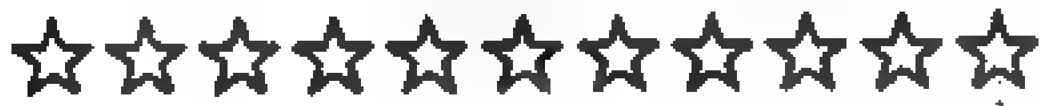
اگر واقعی ایسی ہی سوچ تھی تو یاد رکھئے کہ اس صورت میں نیک اعمال کے ارتکاب کے باوجود کچھ بھی ثواب حاصل نہ ہوگا۔ عبادت صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے اختیار فرمائیں، دنیاوی فائدوں کے ملنے یا نہ ملنے کا تعلق اس کے ساتھ ہرگز ہرگز قائم نہ کریں، ورنہ اس کی مکمل برکات سے یقیناً دور و محروم رہیں گی۔

نیز ہمیں چاہیئے کہ رابعہ بصریہ (رضی اللہ عنہا) کی سنت کے مطابق ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا مطلب یہ

ہوتا ہے کہ کسی بھی خلافِ مرضی کام پر زبان ودل سے شکوہ جاری نہ ہو۔ہاں اگر بے اختیاری طور پر دل میں اضطراب پیدا ہو تو اس پر گرفت نہیں، لیکن اس صورت میں بھی فوراً لاحول شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے صبر وتحمل کی ہمت طلب فرمائیں۔

ماقبل میں آپ کی کثرتِ عبادت کا بھی ذکر ہوا۔جس کے پیشِ نظر وہ مسلمان بہنیں اپنی حالت پر افسوس فرمائیں کہ جو نفلی عبادت تو درکنار ،مختلف حیلوں بہانوں سے فرض وواجب کردہ عبادات سے بھی جان چھڑانے میں سکون محسوس کرتی ہیں، کاش!ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آجائے کہ یہ وقتی سکون ،کل بروزِ قیامت کبھی ختم نہ ہونے والی پریشانی میں بھی تبدیل ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کا ذوق وہمت اور اپنی رضا پر راضی رہنے کا جذبہ عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {27} اللہ عزوجل کا وعدہ............

منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو مہمان، بغرضِ ملاقات، بی بی رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) کے ہاں حاضر ہوئے اور باہم گفتگو کرنے لگے کہ "اگر بی بی رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا) اس وقت کھانا پیش کر دیں تو بہت اچھا ہو، کیونکہ ان کے یہاں رزقِ حلال میسر آئے گا۔" اتفاقاً اس وقت گھر میں صرف دو ہی روٹیاں تھیں، آپ نے وہی روٹیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔ اسی اثناء میں کسی سائل نے دروازے پر سوال کیا، رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) نے دونوں روٹیاں مہمانوں کے سامنے سے اٹھا کر اسے دے دیں، یہ دیکھ کر مہمان بہت شپٹائے، لیکن خاموش رہے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کی کہ "یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں۔" آپ نے ان روٹیوں کو گنا تو اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ "شائد تجھے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے یہاں بھیجی گئی ہیں، کیونکہ اگر میرے ہاں بھیجی ہوتیں تو پوری بیس ہونی چاہیئے تھیں۔" کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا کہ "آپ ہی کے لئے بھجوائی ہیں۔" مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود روٹیاں واپس کر دیں۔

کنیز نے گھر جا کر یہ تمام واقعہ بیان کر دیا۔ مالکہ نے سن کر حکم دیا کہ اس میں مزید دو روٹیوں کا اضافہ کر کے کہا "اچھا اب لے جاؤ۔" کنیز ۲۰ روٹیاں لے کر حاضر ہوئی، آپ نے روٹیاں گنیں اور مہمانوں کے سامنے رکھ دیں۔ وہ محوِ حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ

سے تمام معاملہ دریافت کیا۔آپ نے جواب دیا کہ ''جب میں نے سائل کو دونوں روٹیاں دیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے مالک تیرا وعدہ ایک کی بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے۔'' جب کنیز اٹھارہ روٹیاں لائی تو میں سمجھ گئی کہ وعدۂ خداوندی کے مطابق تو یہ ۲۰ ہونی چاہیئے تھیں، لھذا ضرور اس میں کوئی سہو واقع ہوا ہے۔اسی لئے میں نے انھیں واپس کر دیا اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدے کی تکمیل میں لے لیں۔'' ﴿تذکرۃ الاولیاء،صفحہ ۴۹﴾

## ﴿حاصل مطالعہ﴾

قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔خود اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں ہی فرما دیا گیا کہ

''ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ۔وہ بلند رتبہ کتاب (جس میں) کوئی شک کی جگہ نہیں۔'' (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ا۔بقرہ ۲)

یہی وجہ تھی کہ ہماری اسلاف،قرآن کی ہر بات کا کامل یقین رکھا کرتی تھیں اور جن باتوں کا رب کریم نے وعدہ فرمایا ان کے بارے میں کسی قسم کے وسوسہ کو قریب بھی نہیں آنے دیتی تھیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا،

''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا۔جو ایک نیکی لائے تو اسکے لئے اس جیسی دس ہیں۔'' (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۸۔الانعام ۱۶۰)

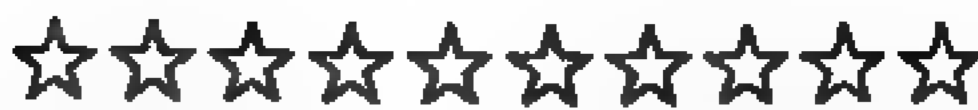
لھذا بی بی رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیھا) کو یقین تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری صدقہ کی ہوئی روٹیوں کا بدلہ عطا فرمایا تو وہ ایک کے بدلہ میں دس ہی ہوگا۔

ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی ہر بات کا اسی کامل یقین رکھنا چاہیئے تھا، لیکن جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے کہ اگر کوئی داڑھی منڈا ابھرو پیہ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر، گلے میں مالائیں لٹکا کر اور ناجائز انگوٹھیوں سے انگلیاں بھر کر ہمیں مستقبل کے بارے میں کسی نقصان کی خبر سنا دے تو دل بے چین بے قرار ہو جاتا ہے اور ہماری مسلمان بہنیں اس غیر یقینی نقصان سے بچنے کے لئے ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے کے لئے بالکل تیار نظر آتی ہیں، لیکن قرآن پاک کے.. ''پکار پکار کر نافرمانیوں اور عبادت سے راہِ فرار کے نتیجے میں عذاب کی وعیدیں بیان فرمانے کے باوجود''.. نہ تو ان کے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی اس عظیم خسارے سے بچنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوئی عملی قدم اٹھانے کا ذہن بنتا ہے۔

وہی مسلمان بہن جسے بیکار باتوں اور غیبت چغلیوں کے لئے گھنٹوں مل جاتے ہیں، ان عذاب کی وعیدوں کو نظر انداز کر کے نماز کے معاملے میں مصروفیت اور وقت کی کمی کا بہانہ کرتی نظر آتی ہے............ان تمام باتوں پر غور کیا جائے تو ہماری کوتاہیاں واضح طور پر سامنے آجاتی ہیں۔

کاش! ہماری موجودہ دور کی مسلمان بہنیں بھی قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ پڑھ کر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو ہمہ وقت ذہن میں رکھ کر اپنی اصلاح کی سعادت حاصل فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی مکمل برکات سے فیضیاب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



# {27} روحانی قربانی

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) پہلے ابو سلمہ عبداللہ بن اسد (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں تھیں۔ یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہوکر پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر اونٹ پر سوار ہوگئیں، تو کسی طرح سے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے خاندان والوں (یعنی بنومغیرہ) کو اس ہجرت کی خبر مل گئی، وہ فوراً وہاں پہنچے اور بی بی ام سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا اور مدینہ منورہ جانے سے روک لیا۔

جب ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کے خاندان والوں کو اس معاملے کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ طیش میں آگئے اور ان لوگوں نے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کی گود سے بچے کو یہ کہتے ہوئے چھین لیا کہ "یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے، اس لئے ہم اس بچہ کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے۔" اس طرح بیوی اور بچہ دونوں حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) سے جدا ہوگئے مگر حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) نے ہجرت کا ارادہ ترک نہیں فرمایا بلکہ بیوی اور بچے کو خدا کے سپرد کر کے تنہا روانہ ہوگئے۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) شوہر اور بچے کی جدائی پر دن رات رویا کرتی تھیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے ایک چچازاد بھائی کو رحم آگیا اور اس نے بنو مغیرہ کو سمجھایا کہ "آخر اس غریب عورت کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے

کیوں جدا کر رکھا ہے؟ کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ ایک پتھر کی چٹان پر ایک ہفتہ سے اکیلی بیٹھی ہوئی بچے اور شوہر کی جدائی میں رویا کرتی ہے۔" آخر بنو مغیرہ کے لوگ اس پر رضا مند ہو گئے کہ ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے بچے کو لے کر اپنے شوہر کے پاس مدینہ منورہ چلی جائے۔ بنو مغیرہ کے نرم رویئے کی بناء پر حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) کے خاندان والوں نے بھی بچے کو حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے سپرد کر دیا، آپ بچے کو ایک اونٹ پر سوار کرا کے تنہا ہی مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئیں۔

راستے میں عثمان بن طلحہ ملے، انھوں نے انسانی ہمدردی کی بناء پر آپ کو مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ ﴿زرقانی صفحہ ۲۷۱ جلد ثالث ملخصاً﴾

## حاصل مطالعہ

چونکہ پیارے آقا (ﷺ) کی جانب سے ہجرت کا حکم ہو چکا تھا، نیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی واضح طور پر اس کا اشارہ

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں۔" (ترجمہ کنز الایمان۔ پ ۱۰۔ الانفال۔ ۷۲)

جیسی آیات کے نزول کی صورت میں مل رہا تھا چنانچہ حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ عنہ) بیوی بچے کی جدائی برداشت فرماتے ہوئے، اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (ﷺ) کی رضا کی خاطر اکیلے ہی جانب مدینہ منورہ روانہ ہو گئے تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعمیر و ترقی میں جہاں مرد حضرات

نے جان ومال کی قربانی دی، وہیں خواتین نے بھی مختلف طریقوں سے اپنی اپنی ہمت ووسعت کے مطابق آزمائشوں کے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔ مذکورہ واقعہ میں اسی سلسلے میں دی گئی ایک روحانی قربانی کا بیان ہے۔

ذرا غور تو فرمایئے کہ جس ماں سے اس کا دودھ پیتا بچہ چھین لیا جائے اور شوہر بھی قریب موجود نہ رہے، آس پاس سب غیر مذہب سے وابستہ لوگ ہوں اور پھر یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ آئندہ زندگی میں اپنے ان عزیزوں سے ملاقات ہو سکے گی بھی..یا نہیں........تو اس کے لئے اس جدائی کا ایک ایک لمحہ کتنا اذیت ناک ہوگا؟...............

پھر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا دیکھئے کہ شوہر کے جدا ہوتے وقت اتنا بھی نہ کہا کہ آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟.........آپ کے بعد میرے بچے کا کیا ہوگا؟........ہماری دوبارہ ملاقات کی کوئی سبیل کیسے بنے گی؟.........بلکہ صرف فطری تقاضے کے تحت اشک باری فرماتی رہیں، جس پر شرعی لحاظ سے کوئی گرفت نہیں۔

اور پھر اجازت ملنے پر لق ودق صحرا میں اونٹ پر، دودھ پیتے بچے کے ساتھ ہزاروں میل کا سفر، تنہا طے کرنا، ثابت کرتا ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ نے دین کی خاطر ہر قسم کی محنت ومشقت برداشت کرنے کے لئے خود کو تیار کیا ہوا تھا اور کسی بھی طرح کی فکر وپریشانی، انھیں اس راہ میں آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

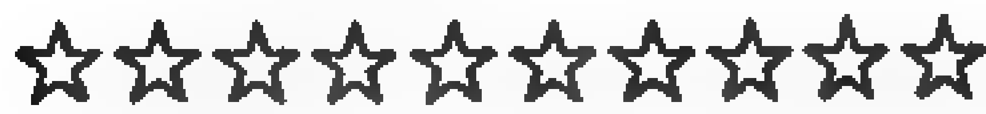
یہ واقعہ، ان مسلمان بہنوں کے لئے بے حد حصولِ عبرت کا باعث ہے کہ جو نہ تو خود دین کی خاطر کسی قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی اس

سلسلے میں اپنے گھر کے مرد حضرات سے مکمل تعاون کے لئے تیار نظر آتی ہیں۔

ہاں ہمارے معاشرے میں اس قسم کی صورتِ حال بآسانی مشاہدہ کی جاسکتی ہے کہ اگر شوہر نوکری ..یا..کاروبار کی وجہ سے دیر سے گھر آئے تو موڈ درست نظر آئے گا لیکن اگر کسی دینی کام کی وجہ سے یہ قصور سرزد ہو جائے تو پھر گھر کے ماحول کی خیر نہیں...... یونہی اگر خاوند باہر ملک کمانے کے لئے جانے لگے تو اب اس جدائی کو ہنسی خوشی برداشت کر لیا جاتا ہے، لیکن اگر وہی شوہرِ نامدار تبلیغِ دین کے لئے ایک ڈیڑھ ماہ گھر سے دور رہنے کی اطلاع دے تو ہنگامہ آرائی کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع کر کے گھر کے سکون و آرام کو گہری نیند سلا دیا جاتا ہے۔

کاش! ہماری مسلمان بہنیں بی بی ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کے اس واقعے کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے دین کی خاطر قربانی کے سلسلے میں اپنے اذہان و قلوب میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش کریں..............

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



# {28} جنتی عورت

حضرت عطاء ابن رباح (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے فرمایا، ''کیا میں تجھے ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟'' میں نے عرض کی ضرور دکھایئے۔ ''فرمایا، ''وہ سامنے کھڑی ہوئی حبشی عورت۔ اس نے ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، جس کے باعث میرا ستر ظاہر ہو جاتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا فرما دیجئے۔ ''رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''اگر تو چاہے تو صبر کر، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا فرمائے گا اور اگر پسند کرے تو اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے عافیت وتندرستی کی دعا کروں۔............''

اس عورت نے عرض کی، میں ان شاء اللہ صبر کروں گی، لیکن آپ یہ دعا ضرور فرما دیجئے کہ اس حالت میں میرا ستر ظاہر نہ ہوا کرے۔'' یہ سن کر رسول اللہ (ﷺ) نے اس کے لئے حفاظتِ ستر کی دعا فرمائی۔

﴿مسلم۔ باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض۔ صفحہ ۳۱۹، جلد ثانی﴾

**وضاحت:۔**

ان صحابیہ کا نام سُقُرَہ۔۔ یا۔۔ سُکَیْرَہ۔۔ یا۔۔ شُعَیْرَہ تھا۔ آپ بی بی خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنھا) کے بال بنایا کرتی تھیں۔ چونکہ یہ ضعیف ۔ تن تھیں لھذا ابنِ عباس (رضی اللہ عنہ) کا انھیں دیکھنا۔۔ یا۔۔ دکھانا ممنوع نہ تھا۔ کیونکہ ''ہدایہ شریف'' میں ہے، ''اگر عورت بہت زیادہ بوڑھی ہو کہ جسے دیکھ کر شہوت پیدا نہ ہوتی ہو تو اس سے مصافحہ کرنے میں حرج نہیں۔ (جب مصافحہ جائز ہوا تو دیکھنا تو بدرجہ

اولیٰ روا ہوگا۔)''

## حاصل مطالعہ

صحابیاتِ کریمہ (رضی اللہ عنھن)، صحبتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے اخروی انعامات کو ہمیشہ فوقیت دیا کرتی تھیں۔ کیونکہ انھیں بخوبی معلوم تھا اخروی انعام اسی کو عطا کیا جاتا ہے کہ جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی وخوش ہوتے ہیں۔اسی یقین نے مذکورہ صحابیہ (رضی اللہ عنھا) کو بیماری پرصبر کرنے کا حوصلہ وہمت عطا فرمائی۔

ہماری اسلافِ کرام (رضی اللہ عنھن) ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہا کرتی تھیں، شکوہ شکایت تو کبھی بھول کر بھی زبان پر جاری نہ ہوتا تھا۔آپ کا بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بیماری کا ذکر کرنا بھی شکایۃً نہ تھا بلکہ فقط ستر کی حفاظت میں ناکامی کی بناء پر تھا۔

نیز ان پاکیزہ نفوس میں حیاء کا مادہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔یہی وجہ تھی کہ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنت کی بشارت حاصل کر لینے کے باوجود آپ نے ستر کے معاملے میں دوبارہ درخواست پیش کی۔

نیز صحابیاتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اچھی طرح معلوم تھا کہ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر دعا ضرور بارگاہِ الٰہی سے قبولیت کا پروانہ لے کر تشریف لاتی ہے۔اسی لئے وہ خصوصی دعائیں آپ ہی سے کروایا کرتی تھیں اور اس دعا کے بعد ان کا دل مذکورہ مقصود کے حصول کے سلسلے میں بالکل مطمئن ہوجایا کرتا تھا۔اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) فرماتے ہیں،

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کر نکلی دعائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (ﷺ)

ہمیں بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ آزمائش آنے والی بیماریوں پر صبر وتحمل سے کام لیں، کیونکہ صبر کے بدلے میں جنت کا ثواب صرف ان صحابیہ تک محدود نہ تھا بلکہ یہ انعام، پیارے آقا (ﷺ) کے ہرایک امتی کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ☆الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ☆اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ☆ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے، کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (ہے) یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۔بقرہ۔۱۵۵،۱۵۷)

اس کے علاوہ، اپنی اسلافِ کرام (رضی اللہ عنھن) کی مثل ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کے لئے ذہنی طور پر پہلے سے ہی تیار رہنا چاہیئے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کوئی اچانک آنے والی آفت بھی ہمیں شکوہ شکایت میں مبتلاء کروا کر صبر وتحمل کے بے پایاں ثواب سے محروم نہیں کرواسکے گی۔

اور یہ طریقہ اپنانا بھی باعثِ برکت رہے گا کہ اپنے دینی ودنیاوی معاملات میں آسانی وسہولت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول بندوں سے

سے دعا کروائیں کیونکہ ان کی دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔

**نوٹ:۔**

علاج کرانا سنت ضرور ہے، لیکن فرض وواجب نہیں، حتیٰ کہ اگر کسی نے علاج نہ کرایا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا تو نہ تو اسے خودکشی قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بروزِ قیامت اس سے بازپرس ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، ''اگر کسی مریض نے بیماری میں علاج نہ کرایا اور مر گیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔''

بیماریوں کو عموماً اور بخار کو خصوصاً برا بھلا کہا جاتا ہے، کاش! ہم درجِ ذیل احادیثِ مبارکہ کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور ہمیشہ کے لئے اس نادانی سے باز آجائیں۔

**(1)** رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی مؤمن بندے کو مبتلاء کر دوں اور وہ اس مبتلاء کرنے پر میری حمد کرے تو وہ اپنے بستر سے گناہوں سے یوں پاک اٹھے گا جیسے اسکی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔'' (مسند امام احمد بن حنبل)

**(2)** حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ، کسی بندے کو بیماری میں مبتلا کرتا ہے تو بائیں والے فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس سے قلم روک لے اور دائیں ہاتھ والے فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے لئے وہ عمل لکھو جو وہ (حالتِ صحت میں) بہترین عمل کرتا تھا۔ (مکاشفۃ القلوب)

**(3)** شفیعِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں، ''بخار، اس وقت تک بندے سے جدا نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے گناہوں سے پاک وصاف نہ کر دے۔

(مکاشفۃ القلوب)

(4) مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو بیمار دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، ''یارب کریم! اس پر اپنی رحمت نازل فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اس پر اپنی دوسری رحمت کیا نازل کروں کیونکہ اس بیماری کے ذریعے میں اس پر رحم ہی تو کرنا چاہتا ہوں۔ (مکاشفۃ القلوب)

(5) شہنشاہِ مدینہ (ﷺ) نے فرمایا، ''مسلمان کو بیماری، غم و رنج، حتیٰ کہ کانٹا لگنے سے بھی جو تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کی خطائیں مٹا دیتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

(6) سید الانبیاء (ﷺ)، ایک صحابیہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے، فرمایا ''تمہیں کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟'' عرض کی، ''مجھے بخار ہے اس کا ستیاناس ہو۔'' فرمایا، بخار کو برا نہ کہو یہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔ (مسلم)

(7) مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے زمانہ مبارکہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا، تو ایک شخص بولا کہ ''اسے مبارک ہو کہ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر فوت ہو گیا۔'' یہ سن کر رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''تجھ پر افسوس ہے، تجھے کیا خبر کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کسی بیماری میں مبتلا فرماتا تو اس کے گناہ مٹا دیتا۔''

(موطا امام مالک)

(8) پیارے آقا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''کوئی مسلمان ایسا نہیں جسے کوئی بیماری یا تکلیف وغیرہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اسکے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔'' (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی امراض پر صبر و تحمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

# {29} اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے پاس ان کے شوہر حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے اور فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آوازِ مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟" بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی جی ہاں، پھر جو کی چند روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر مجھے دیں اور سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب روانہ کر دیا۔"

اس وقت رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں تھے اور حسبِ معمول آپ کے اردگرد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی تشریف فرما تھے۔ میں پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھ سے فرمایا، "ابوطلحہ نے تم کو بھیجا ہے؟" عرض کی "جی ہاں۔" فرمایا "کھانے کے لئے؟" جواب دیا، "ہاں۔" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے موجودہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ اور خود حضرت طلحہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے جلدی سے جا کر ابوطلحہ کو تمام بات بتائی۔ یہ سن کر ابوطلحہ گھبرا گئے اور حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) سے کہا، "اب کیا کیا جائے؟ کھانا نہایت قلیل ہے۔ اور سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مجمع کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔" حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے اطمئنان کے ساتھ جواب دیا "کہ ان باتوں کو خدا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔"

جب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے، ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے آگے بڑھ کر

ان کا استقبال کیا اور گھر میں لے آئے۔ پیارے آقا (ﷺ) نے ام سلیم (رضی اللہ عنہا) فرمایا، ''جو کچھ تمہارے پاس ہے، لے آؤ۔'' آپ نے وہی روٹیاں پیش کردیں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے انھیں توڑ کر ان میں گھی ڈالا اور ملیدہ بنا لیا۔ پھر اس پر کچھ پڑھا۔ پھر دس، دس آدمی آتے گئے اور کھانا تناول فرماتے رہے حتی کہ سب کے سب شکم سیر ہوگئے، اس وقت کھانے والوں کی تعداد 80 تھی۔ ﴿مشکوۃ المصابیح، باب فی المعجزات بحوالہ صحیح بخاری﴾

## ﴿حاصل مطالعہ﴾

زوجہ کی اچھی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پریشانی کے لمحات میں حوصلے اور صبر سے کام لے تاکہ شریکِ حیات کی ہمت میں اضافہ ہو نہ یہ کہ خود بھی پریشانی کے اظہار اور واویلہ مچانے کے ذریعے سامنے والے کو مزید فکرو پریشانی میں مبتلاء کردے۔ بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) بھی اس صفتِ حسنہ کی مالک تھیں، جیسا کہ واقعہ سے ظاہر ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کام کی نسبت اللہ اور اس کے رسول (ﷺ)، دونوں کی طرف کردینا ہماری اسلافِ پاکیزہ کا طریقہ رہا ہے، لھذا یوں کہنا بالکل جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) جانیں.. یا.. اللہ ورسول (ﷺ) حفاظت فرماتے ہیں.. یا.. اللہ ورسول (ﷺ) نے اپنے فضل سے عطا فرمادیا.. یا.. اللہ ورسول (ﷺ) کرم فرمائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ......

اور اسلافِ کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے یہ سلیقہ وادب خود قرآن سے سیکھنے کی سعادت حاصل فرمائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

''وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ ۔اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے ،اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔"

(ترجمۂ کنزالایمان پ ۱۰۔توبہ۔۵۹)

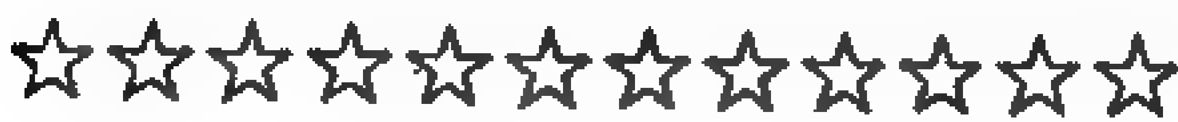
مزید ارشاد ہوتا ہے،

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ۔اور انھیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۱۰۔توبہ ۷۴)

نیز بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے پریشان نہ ہونے اور مطمئن حالت میں رہنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیع خزانے عطا فرمائے ہوئے ہیں اور عنقریب ان خزانوں میں سے ساتھ رہنے والوں کو بھی حصہ عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان بہنوں کو بھی اسی طرح حکمت و دانائی سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {30} کبھی کلام نہ کروں گی ........

حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے نزدیک نبی کریم (ﷺ) اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے بعد سب سے محبوب حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) تھے اور وہ بھی ان کے بڑے خدمت گزار تھے۔ حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ اللہ تعالیٰ جو بھی انہیں روزی مرحمت فرماتا تو راہِ خدا میں لٹا دیتیں اور اپنے پاس جمع نہیں کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہہ دیا کہ ''ان کے ہاتھ کو روکنا چاہیے۔'' سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو معلوم ہوا تو فرمایا ''میرا ہاتھ روکتا ہے؟'' پس نذر مان لی کہ کبھی اس سے کلام نہیں کروں گی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے قریش کے متعدد افراد سے سفارش کروائی لیکن سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے سب کو نظر انداز کر دیا۔ آخرِ کار عبدالرحمٰن بن اسود اور مسور بن مخرمہ (رضی اللہ عنہما) نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ ''ہم جب حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کریں تو تم چھپ جانا۔''

پس یہی کیا گیا۔ پھر حضرت صدیقہ کے پاس دس غلام بھیجے گئے تو انہوں نے آزاد کر دیئے اس کے بعد وہ برابر بھیجتے رہے یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کئے جا چکے تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا ''کاش! میں نے قسم کھاتے وقتِ عمل کا تعین کر دیا ہوتا تو اسے پورا کر کے قسم سے فارغ ہو جاتی۔'' ﴿بخاری کتاب المناقب﴾

## وضاحت:

حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے بھانجے اور بی بی اسماء بنتِ ابی بکر (رضی اللہ عنہا) کے صاحبزادے ہیں۔ان کے صدقے سے روکنے کا سن کر آپ ناراض ہوئیں اور کبھی کلام نہ کرنے کی نذر مان لی۔ چونکہ یہ حضرات آپ کی عادتِ سخاوت سے اچھی طرح واقف تھے،لھذا راضی کرنے کا یہی طریقہ سوچا کہ انھیں صدقے کے لئے مال فراہم کیا جائے،تاکہ آپ اسے بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ فرمائیں اور یوں جلال ،جمال میں تبدیل ہوجائے۔

**نوٹ:۔**

نذر کے مسائل کے لئے بہارِ شریعت کا مطالعہ فرمائیں۔

### حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا،

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان۔پ۲۱۔الاحزاب۔۲۱)........

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک ، صاحبِ لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرتِ پاکیزہ کو مسلمانوں کے لئے بہترین عملی نمونہ قرار دیا۔ ہماری اکابرین (رضی اللہ عنھن) اس آیتِ مبارکہ کے تقاضے کے مطابق اپنے ہر ہر عمل کو سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنتِ کریمہ کی مثل کرنے میں پیش پیش رہا کرتی تھیں۔چونکہ ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک عادتِ

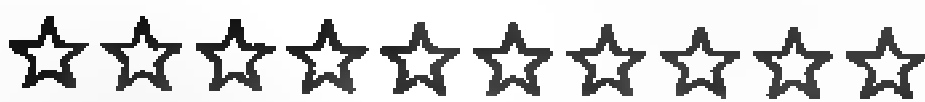
کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ کبھی بھی ذاتی غصہ نہ فرماتے تھے بلکہ جب کوئی دین کا کام ترک کرتا.. یا.. اس میں رکاوٹ کا سبب بنتا تو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اظہارِ جلال فرماتے تھے لھذا سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنھا) نے بھی اسی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھانجے سے قطعِ کلامی کی نذر مانی تھی۔

معلوم ہوا کہ ہماری ناراضگی کا معیار بھی نفس وشیطان کی اطاعت نہیں بلکہ اللہ اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا ہونی چاہیئے۔

اس واقعے سے ہماری وہ مسلمان بہنیں ضرور درسِ ہدایت حاصل فرمائیں کہ جو ناراض ہوتے وقت صرف اپنی ذات کو سامنے رکھتی ہیں مثلاً اس سے تو بے حد ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے کہ جس نے کوئی تلخ بات کہہ دی، مناسب عزت نہ دی، بیٹا بیٹی کے رشتے سے منع کر دیا، ان کی دعوت قبول نہ کی.. یا.. انھیں دعوت پر نہ بلایا، ان کی کسی غلطی کی نشاندہی کر دی وغیرہ وغیرہ....اور....اس کے برعکس اگر کوئی گھر کا فرد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلاء ہو.. یا.. دین کے کسی کام میں رکاوٹ ڈالنے کا ارتکاب کر رہا ہو.. یا.. اللہ ورسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں نازیبا کلمات ادا کر رہا ہو تو انھیں بالکل ناگوار نہیں گزرتا اور نہ سابقہ نرم رویے میں کوئی فرق نمایاں ہوتا ہے۔

کاش! ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی لازم قرار دی گئی ہے نفس کی اطاعت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فقط اپنی رضا کی خاطر غصے کا اظہار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {31} سوال کی برکت......

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "میں امید کرتا ہوں کہ اصحابِ بدر وحدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔" تو حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے،

"وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ یعنی تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔"

آپ نے جواب دیا، "ہاں! لیکن یہ بھی تو ہے،

"ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا۔

یعنی پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔" (ترجمۂ کنز الایمان۔ پ ۱۶۔ مریم۔ ۷۱)

(مسند امام احمد بن حنبل، صفحہ ۲۸۵ جلد ششم)

### حاصلِ مطالعہ

معلوم ہوا کہ کسی صاحبِ علم سے کوئی علمی بات سن کر اس سے متعلق ذہن میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب طلب کرنا ہماری اسلاف کرام کی سنتِ کریمہ ہے۔

سوال اگر سامنے والے کو ذلیل کرنے.. یا.. اپنی اہمیت وعلمیت جتانے .. یا.. محض امتحان لینے.. اور.. وقت گزاری کی غرض سے خالی ہو تو وسوسوں کو دور کرنے اور معلومات میں کثیر اضافے کا سبب بنتا ہے۔ سوال کرنے کے بارے میں بھی ہمارے بزرگانِ دین نے ترغیبی اقوال بیان فرمائیں ہیں، چنانچہ

☆ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جہالت کا

علاج ''سوال'' ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ للعلامۃ ابن عبد البر الاندلسی)

☆ سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرمایا کرتی تھیں کہ انصاری عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں کہ شرم انھیں اپنا دین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی۔ (یعنی وہ سرکار (ﷺ) سے ہر قسم کے مسائل کے بارے میں بلاشرم وجھجک سوال کرلیا کرتی تھیں)۔ (ایضاً)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔ (ایضاً)

☆ ابن شہاب (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ علم خزانہ ہے اور سوال اس کی کنجی۔ (ایضاً)

☆ خلیل بن احمد فرماتے تھے، ''کثرتِ سوال سے اکتاؤ نہیں کیونکہ اس سے تم پر علم کے نئے نئے دروازے کھلیں گے۔'' (ایضاً)

☆ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ مجھے بہت سی چیزوں کا علم حاصل ہے، لیکن میں جن باتوں کے بارے میں سوال کرنے سے شرمایا، ان سے اس بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں۔ (ایضاً)

☆ حضرتِ حسن بصری (رضی اللہ عنہ) کا فرمان ہے کہ جو کوئی طلبِ علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر رہتا ہے۔ (ایضاً).....................

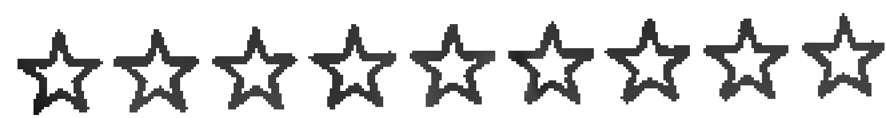
اگر غور کریں تو آپ بھی اتفاق فرمائیں گی کہ سوال اسی وقت پیدا ہوتے ہیں کہ جب انسان سامنے والے کی بات کو توجہ کے ساتھ سن کر اس پر غور وفکر کی سعادت بھی حاصل کرے۔ بے توجہی کے ساتھ سننے کے باعث، سوال پیدا ہونا تو درکنار مکمل طور پر بات کا سمجھ لینا ہی مشکل ودشوار ہے۔

ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی علمی بات کے بیان ہوتے وقت پوری توجہ سے اسے سنیں اور اگر اس کے متعلق کوئی سوال ذہن میں پیدا ہو، تو کسی

صاحبِ علم بہن سے اس کے متعلق پوچھ لیں..یا..کسی عالمِ دین سے معلوم کروا لیں۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے وہی سوال آپ سے کرلیا تو پہلے سے جواب تیار ہونے کی صورت میں آپ شرمندگی یا آئیں بائیں شائیں کرنے کے بجائے بآسانی ان کی علمی پیاس بجھانے کا سبب بن سکتی ہیں۔اور اس طرح آپ کو اس حدیث میں سے حصہ حاصل ہو جائے گا کہ

''کسی کو ایک دینی بات سکھانا تمام روئے زمین صدقہ کرنے سے افضل ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں غیر معیاری سوال کرنے سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {32}یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بستر ہے.........

فتح مکہ سے قبل ام المومنین ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کے والد (ابوسفیان) حالتِ کفر میں ان سے ملنے مدینہ منورہ آئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بچھونے پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ یہ دیکھ کر بی بی ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) نے جلدی سے آگے بڑھ کر بچھونا الٹ دیا۔ ابوسفیان نے سخت جلال کے ساتھ کہا ''کیا بچھونا بہت زیادہ عزیز ہے؟'' فرمایا ''یہ سرکارِ ذی وقار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بچھونا ہے اور آپ مشرک ہیں اور مشرک ناپاک ہوتا ہے، لھذا آپ اس قابل نہیں کہ اس پاکیزہ بچھونے پر بیٹھیں۔'' ﴿اصابہ، صفحہ ۸۵ جلد ۸﴾

### حاصل مطالعہ

سبحان اللہ! یہ ہے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حقیقی محبت وعقیدت کا اظہار۔ ایمانِ کامل اسی جوش وجذبے کا تقاضا کرتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت وناموس وعظمت کے مقابل چاہے کوئی کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو اسے نظر انداز کردیا جائے۔

غور کیجئے کہ جب پاکیزہ سوچ وفکر کی حامل یہ خاتون، مشرک کے بسترِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صرف بیٹھنے کو ہی ناپسند کرتے ہوئے اظہارِ نفرت فرمارہی ہیں تو بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کسی گستاخی کو کیوں کر برداشت فرمائیں گی؟.........

اس سے وہ مسلمان بہنیں اچھی طرح درس نصیحت حاصل فرمائیں کہ جو گستاخانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میل ملاقات رکھ کر اپنے ایمانِ ناقص کا ثبوت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی کی

مستحق بنانا پسند کرتی ہیں اور جب انھیں اس سے منع کیا جائے، تو سامنے والے کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے ہوئے یوں کہا جاتا ہے کہ

''جی کیا کریں، اب رشتے داری بھی تو نبھانی پڑتی ہے۔''

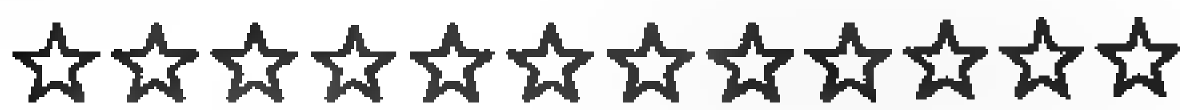
کاش! اس قسم کی نادان خواتین اس آیت کو خوب غور سے پڑھ لیتیں، تو کبھی ایسی احمقانہ بات کو بطورِ دلیل پیش نہ فرماتیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ☆ اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا، تو وہی ظالم ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان، پ۱۰، توبہ ۲۳)

کاش! ہمیں بھی ان اکابرینِ ملت کے ایمان کامل کی برکات میں سے وافر حصہ مل جائے، جس کی نورانیت کی برکت سے ہر ایک پر حق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فوقیت دینے کا شعور حاصل ہو جاتا ہے.. اور.. کاش! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملے میں، ہماری ہر مسلمان بہن اس شعر کا مصداق بن جائے،

جو تم کو ہے عزیز وہی ہم کو ہے عزیز
ہم کو وہی پسند ہے جو تم کو ہے پسند

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر رشتے ناطے پر، حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کو فوقیت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {33} مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھو

ایک عورت بیمار پڑی تو اس نے نیت کی کہ شفاء ہونے پر بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ اچھی ہوگئی، چنانچہ اس نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب الوداعی ملاقات کے لئے حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا، "تم یہیں رہو اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ لو کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔" ﴿مسند امام احمد بن حنبل، صفحہ ۳۳۲﴾

### حاصل مطالعہ

ہماری راہنما بزرگ خواتین ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو مدِ نظر رکھا کرتی تھیں، چنانچہ حالتِ بیماری میں بھی ان کا ذہن اس عظیم مقصد سے غافل نہیں ہوا کرتا تھا۔ بیمار خاتون کا حالتِ مرض میں بیت المقدس کی جانب حصولِ ثواب کی نیت سے سفر کا ارادہ، اس بات پر واضح دلیل ہے۔

ان خاتون کا سفر پر روانگی سے قبل بی بی میمونہ (رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں حاضر ہونا، آدابِ سفر میں سے اس ادب کی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ سفر کی ابتداء، بزرگوں کی اجازت اور ان کی پر خلوص دعاؤں کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہونی چاہیئے۔

نیز کسی کو ایسا اچھا مشورہ دینا بھی ہماری اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ جس کے باعث کم وقت اور قلیل مشقت میں اپنے مقصود سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کیا جا سکے۔ چونکہ بی بی میمونہ (رضی اللہ عنہا) پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ

فرمانِ عالیشان جانتی تھیں کہ

''مرد کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز کے برابر ہے اور قبیلے (یعنی محلے) کی مسجد مین پچیس نمازوں اور جس مسجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اس میں ایک نماز پانچ سو نمازوں اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں، جبکہ میری مسجد (یعنی مسجد نبوی شریف) میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

ان معاملات میں بھی ہماری حالت بے حد خستہ نظر آتی ہے، کیونکہ حالتِ بیماری میں عموماً دنیاوی مستقبل کے بارے میں فکرمند ہوا جاتا ہے مثلاً اگر مجھے کچھ ہوگیا تو میرے بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟..... میرے پیسے اور زیور کا کیا بنے گا؟...... وغیرہ وغیرہ۔ گوکہ اس قسم کی فکریں شرعی لحاظ سے قابلِ گرفت نہیں، لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کی رضا سے توجہ کا ہٹ کر فقط دنیا کی فکروں تک محدود ہوجانا ضرور توجہ کا طالب ہے۔

یونہی ہمارے سفر کا آغاز عموماً قریبی فاسق وفاجر رشتہ داروں سے ملاقات کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ ہمیں کسی نیک خاتون سے رابطہ رکھنے کی توفیق ہی حاصل نہیں ہوئی ہوتی.. اور.. یا پھر رابطے کی سعادت کے حصول کے باوجود سستی وکاہلی مکمل طور پر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

اسی طرح کسی کو اچھا مشورہ دینے میں بھی اکثر بخل سے کام لیا جاتا ہے، جس کا سبب کبھی حسد، کبھی عزت کے زوال کا خوف اور کبھی باطنی تکبر ہوتا ہے۔ اخروی ترقی کی خاطر، اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہن) کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہمیں اپنے اپنے اعمال پر نظرِ ثانی کرنا ہوگی، ورنہ بے حد نقصان متوقع ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان تمام امور پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

## {34}بعدِ وفات پردہ......

جب بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا "مجھے کھلے جنازے سخت ناپسند ہیں کیونکہ ان میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔" حضرت اسماء نے کہا "جگر گوشۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے آپ کہیں تو اس کو پیش کروں؟"

آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اسماء بنتِ عمیس (رضی اللہ عنہا) نے خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی۔ اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بے حد خوش ہوئیں۔ پھر حسبِ وصیت آپ کا اور آپ کے بعد بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کا جنازہ بھی اسی طریقے سے اٹھایا گیا۔ ﴿اسد الغابۃ، صفحہ ۵۲۴﴾

### 〖حاصل مطالعہ〗

حیاء عورت کا زیور ہے۔ جس میں حیاء کا مادہ جتنا بڑھ کر ہوگا وہ گناہوں سے اتنی ہی زیادہ دور ہوگی اور دوسرے بھی اس کے فتنے سے اتنا ہی زیادہ محفوظ رہیں گے۔

فی زمانہ مغربی طرزِ زندگی سے متاثر خواتین نے پردے کو بوجھ اور مصیبت سمجھنا شروع کردیا ہے، بلکہ اسلام دشمن قوتوں نے بے پردگی کے ذریعے فحاشی وعریانی کو عام کرنے کے لئے کئی نام نہاد مسلمان خواتین کو خرید کر "آزادیٔ نسواں" کے نعرے لگانے پر مقرر کر رکھا ہے۔ نیز کئی نفس وشیطان کی باندیاں، ٹی

وی پر اپنی نمائش کے ذریعے بھی اس مذموم سازش کو کامیاب بنانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے میں مشغول نظر آتی ہیں۔

ہماری مسلمان بہنوں کو ایسی شر پسند شیطان کی خلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی بزرگانِ دین خواتین کے طرزِ عمل کو حتمی سمجھنا ہوگا۔ کیونکہ وہ بابرکت خواتین نفس و دنیا نہیں بلکہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے احکامات کو ملحوظ رکھا کرتی تھیں۔ اور جن کے پیشِ نظر یہ مقدس احکامات ہوں' ان کا اور ان کی پیروی کرنے والیوں کا سیدھی راہ سے بھٹکنا بہت مشکل، بلکہ تقریباً تقریباً ناممکن ہے۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ پردہ فقط ایک باریک دوپٹہ.. یا.. چادر کے گلے میں سانپ کی مثل لٹکا لینے کا نام نہیں۔ بلکہ چہرے سمیت پورے بدن کو کسی موٹی چادر.. یا.. کھلے برقع میں چھپا لینے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پردے کے متعلق ارشاد فرمایا،

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ۔ اے نبی! اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادر کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ پ ۲۲۔ الاحزاب ۵۹)

....اور.... پیارے آقا (ﷺ) کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ،

"عورت جب بلوغت کو پہنچ جائے، تو جائز نہیں کہ اس کا کوئی حصہ

دیکھا جائے سوائے اس کے، اور اس کے، اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔" (ابوداؤد)

ہمارے پیارے آقا (ﷺ) کی مقدس صاحبزادی کی حیاء کا عالم ملاحظہ فرمایئے کہ زندگی تو زندگی، بعدِ وفات بھی پردے کا کتنا زبردست اہتمام ہے۔

کاش! آج کے دور کی مسلمان بہنیں بھی ان کی اتباع میں حیاء وشرم کے تقاضے کے تحت پردے کا خوش دلی کے ساتھ اسی طرح تکلف کرنا شروع فرما دیں تو بلا مبالغہ ہمارے معاشرے سے 75 فیصد گناہوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ہر مسلمان بہن کو شرعی پردے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {35} رونے کا اصلی سبب......

جب سرکارِ دوعالم (ﷺ) نے وصالِ ظاہری فرمایا تو ام ایمن (رضی اللہ عنہا) سخت مغموم تھیں اور کثرت سے گریہ وزاری فرمارہی تھیں۔ حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے سمجھایا کہ "روئیے مت، رسول اللہ (ﷺ) کے لئے اللہ عزوجل کے پاس بہتر چیز موجود ہے۔" جواب ملا "یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب تو یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔" حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زاروقطار رونے لگے۔ ﴿صحیح مسلم صفحہ ۳۴۱﴾

### حاصل مطالعہ

انسان اس وقت تک فلاح وکامرانی نہیں پاسکتا، جب تک کہ اپنے تمام افعال واعمال اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ سنوار لے ...... اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام وتعلیمات سے آگاہی کا واحد ذریعہ رسول اللہ (ﷺ) پر نازل ہونے والی وحی تھی، جس کا سلسلہ رسول اکرم (ﷺ) کی وفاتِ ظاہری کے بعد ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا تھا۔

نیز اس انقطاعِ وحی کے ساتھ ہی ایسے امور کی مزید اور قطعی معرفت بھی ناممکن ہوگئی تھی کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں آسانی پیدا ہو سکتی ہو۔

نیز پیارے آقا (ﷺ) اپنی حیاتِ ظاہری میں ہمیشہ امت کے لئے

آسانی وسہولت کے متمنی رہے اور آپ کی خواہش پر اللہ تعالیٰ نے اس امت پر احکام میں بے حد نرمی فرمائی۔جیسے ''۵۰ نمازوں'' کی جگہ ''۵ نمازوں'' کی فرضیت کا معاملہ۔

نیز یوں بھی ہوا کہ آپ نے اپنے اختیارات کو استعمال فرماتے ہوئے کئی مقامات پر امت کو سہولت بہم پہنچائی جیسے آپ کا فرمانا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کو فرض کر دیتا۔(بخاری)

..اور..

حج کی فرضیت کے بارے میں دریافت کرنے والے صحابی کو فرمانا کہ اگر میں ہر سال کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔(مسلم)

چونکہ وفاتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہی صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) ان تمام کرم نوازیوں سے بظاہر محروم ہو گئے تھے، لھذا یہی احساسِ محرومی ان کے لئے باعثِ غم بنا۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ ہماری اکابرین، اخروی معاملے میں بے حد حساس واقع ہوئی تھیں، انھیں اس راہ میں کسی بھی قسم کا نقصان گوارا نہ تھا۔

کاش! اس سے موجودہ دور کی وہ مسلمان بہنیں خصوصی طور پر درس حاصل فرمائیں جو اول تو احکام شرعیہ سیکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتیں، اور اگر کسی سبب سے معلوم ہو بھی جائیں تو انھیں (معاذ اللہ) ایک بوجھ تصور کرتے ہوئے اپنے لئے ناقابلِ عمل تصور کیا جاتا ہے، خصوصاً جن مسائل کی معرفت کے بعد ان کی آزادی سلب ہونے ..یا..مال خرچ ہونے کا اندیشہ ہو۔جیسے

پردے، زکوۃ، حج اور بدنگاہی سے ممانعت کے احکام۔

ہماری مسلمان بہنوں کو چاہیئے کہ شرعی احکام کو بوجھ .. یا.. فی زمانہ ناقابلِ عمل تصور نہ کریں، کیونکہ ان احکام کی معرفت اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت ہی ''اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت میں دخول کی کنجی'' ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احکامِ شرعیہ سیکھنے اور ان پر خوش دلی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {36} صبر اور نماز سے مدد چاہو......

حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) کے بیٹے محمد بن ابوبکر مصر میں ۳۸ ھ میں شہید ہوئے، بعد شہادت دشمنوں نے ان کی لاش کو ایک گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا تھا، جب حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے نہایت صبر سے کام لیا اور مصلے پر کھڑی ہو گئیں۔﴿اسابہ، صفحہ۹﴾

### حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا،

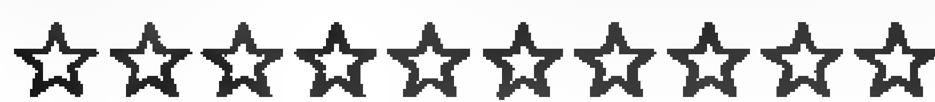
''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔'' (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ا۔بقرہ ۴۵)

ہماری اکابرین' اللہ تعالیٰ کے دیگر احکامات کی طرح اس فرمانِ عالیشان پر بھی سختی کے ساتھ عامل تھیں۔جیسا کہ واقعہ میں ذکر کیا گیا۔

نیز اسماء بنتِ عمیس (رضی اللہ عنہا) کا اپنے بیٹے کی شہادت اور پھر اس کی لاش کے بے دردی کے ساتھ جلا دئے جانے کی خبر سن کر صبر فرمانا اور پھر نماز کے لئے مصلے پر تشریف فرما ہونا ثابت کرتا ہے کہ انھیں اپنے غم سے زیادہ احکامِ خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی فکر تھی۔

کاش! ہماری فکروں اور عمل میں بھی اسی جیسا انقلاب برپا ہو جائے اور بڑی سے بڑی مصیبت ہمیں ہوش و حواس سے بیگانہ کر کے اطاعتِ ربّ العلیٰ سے دور نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



# {37} شوہر کو صدقہ........

حضرت زینب (رضی اللہ عنہا)، حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی زوجہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا، آپ دستکاری کر کے روزی کمایا کرتی تھیں، اسی سے گزارا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ بی بی زینب نے حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ "میں صدقہ کرنا چاہتی ہوں اور آپ نادار ہیں، رسول اللہ (ﷺ) کے پاس جایئے، اگر وہ اجازت مرحمت فرمائیں تو یہ صدقہ آپ ہی کو دے دوں گی۔" حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ "تم ہی جا کر مسئلہ معلوم کرو۔"

آپ حاضر خدمت ہوئیں تو بارگاہِ اقدس میں اسی غرض سے ایک دوسری صحابیہ بھی موجود تھیں، دونوں نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے دریافت کیا کہ "دو عورتیں جو اپنے شوہروں اور یتیم بچوں پر جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟" رحمتِ کونین (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "ہاں! ان کو دو دو ثواب ملیں گے ایک قرابت کا اور دوسرا صدقے کا۔"

(مسلم صفحہ ۳۲۳)

## حاصل مطالعہ

انسان کو چاہیئے کہ عمل چاہے دینی ہو یا دنیاوی، اس کے ارتکاب سے پہلے، کسی تجربہ کار و قابل اعتماد شخص سے اس کے بارے میں شرعی حکم اور دیگر ضروری معلومات ضرور دریافت کر لے، تا کہ اخروی خسارے سے بچا جا سکے ..یا..دنیوی و اخروی فائدوں سے محروم نہ ہونا پڑے۔ صحابیات (رضی اللہ عنہن) اس اصول کو اچھی طرح جانتی تھیں، چنانچہ انھیں جب بھی کسی نئی صورتِ حال کا سامنا

ہوتا تو فوراً بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں رجوع کیا کرتیں اور وہاں سے جاری کردہ حکم کے مطابق عمل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیاں سمیٹا کرتی تھیں۔

مذکورہ واقعہ سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ بامرِ مجبوری زوجہ کی کمائی پر گزارا کرنا شرعاً ممنوع نہیں، یونہی اگر نفلی صدقہ کرنا مقصود ہو تو پہلے اپنے رشتہ داروں میں غریب حضرات کو تلاش کریں، کیونکہ ان کی امداد کرنے پر دوسروں کی بنسبت دوگنا ثواب ہے۔ لیکن عموماً اپنے رشتہ داروں پر کم خرچ کیا جاتا، شائد اس کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان خاندان میں خود کو برتر اور دوسرے کو حقیر و کمتر اور اپنا محتاج دیکھنا پسند کرتا ہے، اور مدد کر دینے کی صورت میں سامنے والے کی محتاجی اور حقارت ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ مرض مسلمان بہنوں میں مردوں کی بنسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔

اسی روایت سے عورت کے روزی کمانے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی مسلمان بہن کسی مجبوری کی بناء پر شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر روزی کا انتظام کرنے میں مشغول ہو تو اسے ناجائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

یہ تو گھر میں روزی کمانے کا معاملہ تھا، اگر باہر جانے کی ضرورت درپیش ہو تو اسی قسم کے دلائل کی بناء پر اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) نے چند شرائط کے ساتھ اس کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا،

یہاں (یعنی عورت کے روزی کمانے کے سلسلے میں باہر جانے کے لئے) پانچ شرطیں ہیں،

(i) کپڑے باریک نہ ہوں، جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ نہ چمکے...

(ii) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں، جو بدن کی ہیئات کو ظاہر کریں...

iii۔ بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو...

iv۔ کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے تنہائی نہ ہوتی ہو...

v۔ اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ (یعنی فتنے کا گمان) نہ ہو،

(پھر فرمایا) یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہوں تو ''حرج نہیں۔'' اور ان میں سے ایک بھی کم ہے تو ''حرام ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم)

فی زمانہ بھی اگر کوئی اسلامی بہن، شوہر کی کسی مجبوری کی بناء پر اس کی کفالت کی سعادت حاصل کر رہی ہو تو اسے اپنے اس فعل کو واقعی سعادت سمجھنا چاہیئے نہ کہ اسے شوہر پر احسان تصور کر کے طعنہ زنی.. یا.. دیگر کسی طریقے سے اذیت کا باعث بن کر اپنے ثواب کو ضائع کروانے کی حماقت کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۔ اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذاء دے کر۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۳۔البقرہ ۲۶۴)

نیز اگر وہ بہن کوئی نفلی صدقہ کرنا چاہے، تو اسے بھی گھر پر ہی خرچ کرے، اللہ تعالیٰ بے شمار اجر عطا فرمائے گا۔

لیکن ایسی بہن اس بات پر ضرور غور کر لے کہ اس عمل سے شوہر ''ھڈحرام ونکھٹو'' تو نہیں ہو جائے گا؟........ اگر واقعی محسوس ہو کہ گھر بیٹھے کھانا ملنے کی بناء پر شوہر کا کام کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا حالانکہ وہ اس پر قادر بھی ہے تو پھر کوئی ایسی حکمتِ عملی اختیار کریں کہ شوہر کام پر ضرور جائے، کیونکہ اگر اسے ایک مرتبہ بیٹھ کر کھانے کی عادت پڑ گئی، تو پھر ساری زندگی گھر میں اس

کی زیارت کر کر کے پچھتانا پڑے گا۔

یونہی اگر کوئی بہن واقعی کسی سخت مجبوری کی بناء پر گھر سے باہر ''مکمل شرائط کے ساتھ'' روزی کمانے جا رہی ہو تو اس پر طعنہ زنی کر کے دل آزاری کا سبب بننا کسی بھی طرح جائز نہیں، سوچنا چاہیئے کہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے کہیں زیادہ بہتر نہیں کہ وہ مسلمان بہن اپنے ہاتھ سے روزی کما رہی ہے؟..............

**نوٹ:۔**

یاد رہے کہ پیارے آقا (ﷺ) کا شوہر کو صدقہ دینے کی اجازت صرف نفلی صدقہ کے بارے میں ہے۔ فرض وواجب صدقہ جیسے زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ اسے نہیں دے سکتیں۔

درمختار میں ہے کہ ''زوجہ، شوہر کو اور شوہر، زوجہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔'' .....اور.....جوہرہ نیرہ میں ہے، ''جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے انہیں اور بھی کوئی صدقۂ واجبہ، نذر وکفارہ وفطر، دینا جائز نہیں۔''

کاش! ہماری مسلمان بہنیں بھی نامعلوم مسائل کے حل کے لئے اپنے ذہن.. یا.. جاہلوں سے فتویٰ حاصل کرنے کے بجائے بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کی سنت کے مطابق کسی صاحبِ علم سے رجوع فرمایا کریں۔

اللہ تعالیٰ شوہر کی خدمت کرنے اور کثرت سے صحیح مقام پر صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## {38} انصاف کا تقاضا......

غزوہ احد کے موقع پر بی بی صفیہ (رضی اللہ عنہا) اپنے بھائی سید الشہداء حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے کفن کے لئے دو کپڑے لائیں۔ جب آپ ان کی لاش کے قریب پہنچیں تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک انصاری کی برہنہ لاش بھی قریب ہی پڑی ہے۔ دل میں شرمندگی محسوس فرمائی کہ بھائی دو کپڑوں میں دفنائے جائیں اور انصاری صحابی کے لئے ایک کپڑا بھی نہ ہو۔ جب دونوں لاشوں کو ناپا گیا تو ایک کا قد بڑا نکلا، مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا اور جو کپڑا جس کے حصے میں آیا وہ اسی میں کفنایا گیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۰)

### حاصل مطالعہ

یہ انسان کا کمال ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور عقلی فیصلوں کو پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیان کردہ تعلیم کے تابع کرنے میں اس طرح استقامت پزیر ہو جائے کہ پھر کسی بھی موقع.. یا.. کسی بھی قسم کے حالات میں اس سے دور ہٹتا نظر نہ آئے۔ ہماری قائد و رہنما خواتین ہماری مثل "یا شیخ اپنی اپنی دیکھ" کے فارمولے پر نہیں بلکہ رحمتِ عالم، نورِ مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فرمانِ عالیشان پر عامل تھیں کہ، "اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔"

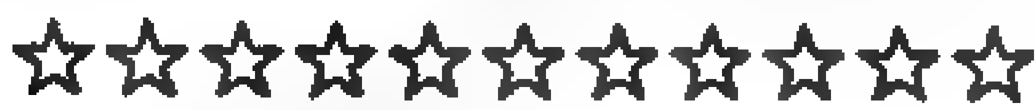
(مشکوٰۃ)

مذکورہ واقعہ میں اسی حدیث پر عمل پیرا ہونے کا بیان ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے ہر معاملے میں چاہے وہ ہمارے اور گھر والوں کے درمیان ہو

..یا..دیگر مسلمانوں کے ساتھ،اس حدیث پر عامل ہونے کوشش فرمائیں۔ان شاءاللہ عزوجل بے شمار اچھائیاں حاصل اور لاتعداد برائیاں دور کرنے میں ضرور کامیابی ملے گی۔

مثلاً کسی کی غیبت وچغلی کرنے کو دل چاہا تو سوچیں کہ کیا میں پسند کرتی ہوں کہ میری غیبت وچغلی کی جائے؟......جب جواب نفی میں آئے تو خود سے کہیئے کہ پھر میرے لئے کسی کی غیبت وچغلی کرنا کیسے روا ہوسکتا ہے؟......اور اگر میں نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا تو حدیث کریمہ کے مطابق میرا ایمان کامل کیسے ہوگا؟........اسی طرح ہر کام میں سوچ بچار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ،ابتداء میں یقیناً کافی دقت محسوس ہوگی لیکن جب یہ غور وتفکر عادت بن جائے گا تو بالکل کوفت یا تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر معاملے میں ایثار وانصاف سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



# {39} دن میں کھانا کیونکر پک سکتا ہے؟

ایک مرتبہ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (ﷺ) سے بار بار دعائے شہادت کی درخواست کی لیکن آپ (ﷺ) نے سلامتی کی دعا فرمائی۔ آخرکار انھوں نے عرض کی کہ ''کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمایئے کہ اللہ عزوجل مجھے اس سے نفع عطا فرمائے۔'' رحمتِ عالم (ﷺ) نے آپ کو روزہ رکھنے کی تلقین ارشاد فرمائی۔

چنانچہ آپ نے پابندی سے روزہ رکھنے کا التزام فرمالیا۔ ان کے ساتھ ساتھ ان کے خادم اور زوجہ نے بھی اس عملِ صالح میں شرکت کی، حتی کہ روزہ ان کے گھر کی امتیازی علامت بن گیا۔ چنانچہ اگر کسی دن ان کے گھر سے دھواں اٹھتا نظر آتا تو لوگ آپس میں کہتے کہ ''آج یقیناً ان کے گھر میں کوئی مہمان آیا ہے ورنہ اس گھر میں دن کا کھانا کیونکر پک سکتا ہے؟'' ﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

## حاصل مطالعہ

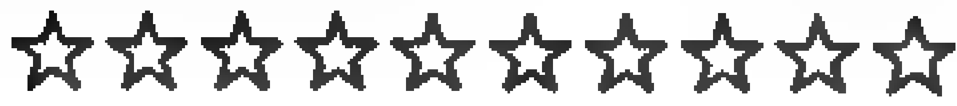
اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں شوہر کے ساتھ مکمل تعاون کر کے اس کی ہمت بڑھانا اور اس راہ میں رکاوٹ نہ ڈالنا بھی ہماری بزرگانِ دین کی سنت ہے۔

اگر ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کی زوجہ اس معاملے میں آپ کے ساتھ تعاون نہ فرماتیں تو یقیناً آپ کے لئے دائمی روزوں کی سعادت کا حصول ممکن نہ تھا۔ کیونکہ حالتِ روزہ میں دن میں کام کاج اور دیگر حقوق کی ادائیگی ایک بے حد

دشوار گزار معاملہ ثابت ہوتا۔...............

کاش! دنیاوی امور میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کا نعرہ لگانے والی خواتین' زوجہ ابوامامہ (رضی اللہ عنہا) سے سبق حاصل کرتے ہوئے نیک اعمال میں اپنی اکابرین کے شانہ بشانہ چلنے کا ارادہ فرمائیں تو ان کے دین ودنیا دونوں سنور جائیں۔

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {40} والدہ کی طرف سے حج......

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میری ماں نے حج کی منت مانی تھی، لیکن وہ ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہوگئیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟''

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا۔ ہاں، اس کی طرف سے حج کر۔ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیری والدہ پر کوئی قرضہ ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں؟..... یوں ہی خدا کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ (بخاری. باب الحج)

### حاصل مطالعہ

خدا و رسول (ﷺ) کے بعد انسان پر جن کے سب سے زیادہ احسانات ہیں، وہ اس کے والدین ہیں۔ ان کے احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ نہ تو انھیں دنیا میں کسی قسم کی تکلیف کا شکار ہونے دیا جائے اور نہ آخرت میں۔ اخروی لحاظ سے ان کی خدمت کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر باقی رہ جانے والی نمازوں، روزوں وغیرہ بدنی عبادات کا کفارہ ادا کیا جائے اور جن عبادات کو خود ان کی طرف سے ادا کیا جاسکتا ہو مثلاً حج و عمرہ وغیرہ، انھیں ان کی جانب سے ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہی والدین سے محبت کا تقاضا بھی ہے۔ فی زمانہ والدین سے محبت کا اظہار فقط ان کی دنیاوی زندگی تک محدود نظر آتا ہے، چنانچہ جہاں والدین قبر میں گئے، انھیں بھول بھال کر دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جایا جاتا ہے۔[1]

[1]: مکتبۂ اعلیٰ حضرت سے شائع کردہ مرحوم والدین کے حقوق سے متعلق بہترین کتاب ''والدین سے محبت کا تقاضا ضرور زیرِ مطالعہ رکھیے۔'' ادارہ

لیکن ہماری اسلاف ایسی بے مروت نہ تھیں، انھیں اپنے والدین کا ان کی خاطر تکلیفیں اٹھانا ہمیشہ یاد رہا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مرحوم والدین کی اسی طرح فکر رکھا کرتی تھیں جیسا کہ ان زندگی میں خیال رکھا جاتا ہے۔ مذکورہ صحابیہ کا پیارے آقا (ﷺ) کی خدمت میں سوال کرنا اسی مقصد کے تحت تھا۔

کاش! ہماری بھی یہی سوچ بن جائے اور بغیر دیر کئے ہم بھی اپنے والدین کے اخروی امور کے بارے میں فکر مند ہونے کا شرف حاصل کرلیں۔

**نوٹ:۔**

ضمناً ماں باپ کی طرف سے حج کرنے کے انعامات پر مشتمل چند احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

﴿i﴾ رحمتِ دوعالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ، ''جو اپنے والدین کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دے گا اور ان دونوں کے واسطے پورا ثواب ہوگا، جس میں اصلاً کمی نہ ہوگی۔''

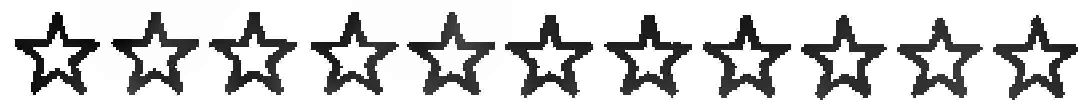
(بیہقی)

﴿ii﴾ سرکارِ مدینہ (ﷺ) نے فرمایا کہ، ''جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے، ان کی طرف سے حج ادا ہوجائے گا اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے گا۔'' (دارقطنی)

﴿iii﴾ سرورِ عالم (ﷺ) کا فرمانِ عالی شان ہے کہ، ''انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے، وہ حج اس کی طرف سے اور ان سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں

اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔" (دارقطنی)

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کے ساتھ ان کی وفات کے بعد بھی نیک سلوک کرنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {41} رحمت کے فرشتے نہیں آتے........

ایک مرتبہ ایک لڑکی، سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گھنگرو پہن کر آئی۔ آپ نے گھنگرو کی آواز سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ "اسے میرے پاس نہ لانا جب تک اس کے گھنگرو نہ کاٹ لئے جائیں کیونکہ میں رسول اللہ (ﷺ) سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی.. یا.. گھنگرو ہو، اس میں فرشتے نہیں آتے۔

﴿ابوداؤد، صفحہ ۵۱۸﴾

### حاصل مطالعہ

رحمت کے فرشتے یقیناً اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی گھروں میں تشریف لا کر رحمت و برکت میں اضافے کا سبب بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے،

"لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۔

اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

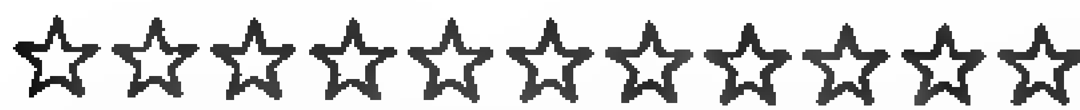
(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۸۔ التحریم ۶)"

اسی آیتِ پاک کی رو سے فرشتوں کا کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہی ہوگا۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو کسی گھر میں جانے سے روک دینا اس کی ناراضگی کی علامت ہے۔ اور جو چیز اللہ عزوجل کی ناراضگی کی علامت ہو وہ ضرور ممنوع و ناجائز ہوگی۔ لھذا معلوم ہوا کہ گھنگرو وغیرہ کا گھر میں ہونا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر اپنے فرشتوں کو اس مقام سے دور رہنے کا حکم فرماتا ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہی ہونا چاہیئے اور اس حصولِ رضا کے لئے ہر اس کام سے پرہیز ضروری ہے کہ جو اس راہِ پاکیزہ میں رکاوٹ کا سبب بنے۔ ہماری اسلاف کی پوری زندگی ہر اس کام سے سے بچتے ہوئے گزرتی نظر آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے محروم یا دور کروادے۔ ہمیں بھی انہی نفوسِ قدسیہ کے طریقے کار پر عمل کرتے ہوئے اپنے گھر سے گانے باجے کے آلات اور گھنگرو وغیرہ ایسی چیزیں جو فرشتوں کی آمد کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں' دور کر دینی چاہئیں۔ اور اپنے گھر کی بے برکتی کے اسباب تلاش کرتے ہوئے اس پہلو سے بھی غور کر لینا چاہیئے۔

لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنا بھی بہت ضرروری ہے کہ ان چیزوں کے بائیکاٹ کا تعلق صرف عام حالات کے ساتھ نہیں بلکہ چاہے خوشی مثلاً شادی بیاہ کا موقع ہی کیوں نہ ہو' اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شرع پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {42} درمیان میں نہ چلا کرو......

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم (ﷺ) مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ رستے میں مرد وعورت مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، ''پیچھے رہو اور راستے کے درمیان میں نہ چلا کرو۔'' آپ کے اس فرمانِ عالیشان کے بعد عورتوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ گلی کے کنارے سے اس طرح لگ کر چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔

﴾ابوداؤد، باب فی مشی النساء﴿

### 〖حاصلِ مطالعہ〗

عورتوں اور مردوں کا اختلاط لازمی طور پر فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ان اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، آفسوں، ٹیوشن سینٹروں اور فیکٹریوں میں بآسانی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، جن میں لڑکے، لڑکیاں، عورتیں اور مرد ایک ساتھ پڑھتے ..یا..کام کاج کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے پیارے آقا (ﷺ) نے.. ''توجہ نہ رہنے کی بناء پر مردوں کے قریب چلنے والی عورتوں..'' کو اس عمل سے منع فرمایا۔

اور آپ کے متوجہ فرماتے ہی ان مسلمان بہنوں کا جانبِ احتیاط کو اختیار کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے نبی پاک (ﷺ) کی ہر بات کو بے حد اہمیت دیا کرتی تھیں اور کیوں نہ دیتیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عالیشان معلوم تھا،

''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں

، باز رہو۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۸۔الحشر۔۷)

اور پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس قسم کے فرامین بھی ان کے پیشِ نظر رہا کرتے تھے کہ

''جو میرے حکم کے خلاف کرے اس پر ذلت وخواری رکھی گئی ہے۔'' (بخاری)

ہمیں بھی موجودہ دور میں رفعِ فتنہ وفساد کے لئے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فرمانِ عالیشان کو اہمیت اور صحابیات (رضی اللہ عنہن) کے جذبۂ اطاعت کو اپنی سوچ وفکر پر فوقیت دینی ہوگی، تاکہ دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی سے محفوظ رہا جاسکے۔

اگر لڑکیوں کو پڑھانا بہت زیادہ ضروری محسوس ہو تو اس کے لئے ایسا محفوظ طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے معاشرے میں بگاڑ کی راہیں مسدود ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مخلوط ماحول کی زینت بننے سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {43} شہزادیٔ کونین (رضی اللہ عنہا) اور گھر کا کام

ایک مرتبہ حضرتِ علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے خادم سے ارشاد فرمایا، ''میں تمہیں خاتونِ جنت فاطمہ زہراء (رضی اللہ عنہا) کا واقعہ نہ سناؤں؟'' خادم نے عرض کی، ''ضرور ارشاد فرمایئے۔'' فرمایا ''چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے، پانی کی مشک بھی خود ہی اٹھا کر لاتی تھیں جس سے سینے پر رسی کے نشانات نظر آتے تھے' نیز جھاڑو نکالنے کی وجہ سے کپڑے بھی گرد آلود ہو جایا کرتے تھے۔

ایک بار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے، میں نے انھیں مشورہ دیا کہ ''موقع اچھا ہے اگر آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک خادم مانگ لیں تو کام کاج میں بہت آسانی ہو جائے گی۔'' آپ نے میری بات مان لی اور بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو گئیں لیکن لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بغیر بات چیت کئے لوٹ آئیں۔

دوسرے دن سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) بنفسِ نفیس گھر تشریف لائے اور استفسار فرمایا، ''کل تم کس کام کے لئے آئی تھیں؟'' وہ خاموش رہیں، میں نے عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! فاطمہؓ خود ہی چکی پیستی ہیں، پانی بھی بھر کر لاتی ہیں، جس کی وجہ سے ہاتھوں اور سینے پر نشانات پڑ گئے ہیں اور جھاڑو وغیرہ دینے کی وجہ سے کپڑے بھی گرد آلود ہو جاتے ہیں، کل چونکہ آپ کی بارگاہ میں کچھ لونڈیاں اور غلام پیش ہوئے تھے، اس لئے میں نے ہی مشورہ دیا تھا کہ ایک خادم مانگ لائیں تاکہ کام کاج میں کچھ سہولت حاصل ہو جائے۔''

میری عرض سن کر رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''بیٹی فاطمہ! اللہ عزوجل سے ڈرتی رہو، فرائض کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کا کام کاج بھی اپنے ہاتھوں سے کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ اور الحمد للہ تینتیس تینتیس (33) بار اور اللہ اکبر چونتیس بار (34) پڑھ لیا کرو، تو یہ تمہارے لئے خادم حاصل کرنے سے بہتر ہے۔'' حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی، ''میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی رضا پر راضی ہوں۔''

﴿بخاری، باب عمل المرأۃ فی بیت زوجھا﴾

## حاصل مطالعہ

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ گھر کا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرنا شہزادیٔ کونین (رضی اللہ عنہا) کی سنتِ کریمہ اور پیارے آقا (ﷺ) کی مرضی کے عین مطابق ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب (ﷺ) کی رضا مطلوب ہے، چنانچہ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ مسلمان بہنوں کا گھریلو کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا، اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب ہے۔

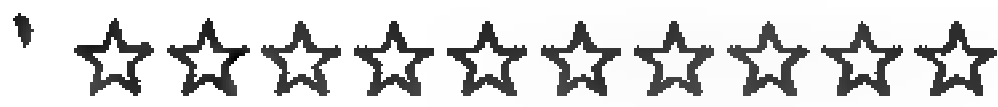
مطالعہ فرمانے والی مسلمان بہنیں سمجھ داری سے فیصلہ فرمائیں کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) کی رضا پوشیدہ ہو اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرنا.. یا.. کرنا تو مرے دل کے ساتھ اور بڑبڑ کر کے کرنا اور کرنے کے ساتھ ساتھ ماسی رکھنے کا مطالبہ کرتے رہنا.. یا.. ماسی رکھ کر تمام کام اسی کو سونپ کر غیبت و چغلی اور دیگر فضول کاموں میں وقت گزار کر راحت و سکون محسوس کرنا.. یا.. جن کے گھر میں کام کاج کے لئے عورت آتی ہو انھیں اپنے سے بہتر و خوش قسمت تصور کرنا، درست قرار دیا جا سکتا ہے.. یا نہیں؟.........

امید ہے کہ آپ کا جواب نہ میں ہی ہوگا لھذا تمام مسلمان بہنوں کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی رضا کی خاطر، شہزادیٔ سرکار (رضی اللہ عنہا) کی سنت کی نیت سے اپنے گھر کا کام اپنے ہاتھوں سے خوب خوش دلی کے ساتھ کیا کریں اور اس معاملے میں دیگر ساتھ رہنے والی بہنوں سے لڑائی جھگڑا ہرگز نہ کریں۔

نیز ہر مسلمان بہن کو چاہیئے کہ روزانہ رات کو تلقینِ مصطفیٰ (ﷺ) کے مطابق مذکورہ وظیفہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ ملا علی قاری (قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ یہ بات تجربہ شدہ ہے کہ جو رات کو سوتے وقت یہ تسبیحات پڑھ لیا کرے گا تو اس کی دن بھر کی تھکن دور ہو جائے گا اور کام کاج کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ (مرقاۃ)

نیز ذرا موجودہ معاشرے پر ایک گہری نظر ڈال کر ایمان داری سے بتایئے کہ کیا کسی دنیاوی لحاظ سے صاحب مرتبہ شخص کی بیٹی، باذنِ پروردگار، تمام کائنات کے مالک ومختار (ﷺ) کی صاحبزادی بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی طرح گھر کے کام کاج کرتی نظر آتی ہے......؟ امید ہے کہ جواب نہ ہی میں ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے گھر کا کام خوشدلی سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {44} چاندی کے کنگن......

حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے ملاقات فرماتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان ہی کے پاس آیا کرتے۔ایک مرتبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک غزوہ سے تشریف لائے ،تو حسب عادت پہلے بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر تشریف لے گئے۔سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنے دروازے پر ٹاٹ کا پردہ ڈالا ہوا تھا اور حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہا) کو چاندی کے دو کنگن پہنائے ہوئے تھے۔آپ اندر تشریف نہ لائے بلکہ باہر ہی سے واپسی اختیار فرمائی۔

حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سمجھ گئیں کہ آپ کو ان دونوں چیزوں نے ہی اندر تشریف آوری سے روکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس پردے کو پھاڑ دیا اور دونوں کنگنوں کو بچوں کے ہاتھوں سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔اور کٹے ہوئے کنگن ان بچوں کو دے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں بھیج دیا۔حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بچوں کو ملاحظہ فرما کر کنگن ان دونوں سے لے لئے ۔ پھر مجھ سے فرمایا،''اے ثوبان! اسے فلاں گھر والوں کو دے آؤ۔'' پھر فرمایا،''فاطمہ اور ان کے بچے میرے گھر والے ہی ہیں ، میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنی طیب چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں کھا لیں ۔اے ثوبان ! فاطمہ کے لئے عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔ {ابوداؤد. باب فی الانتفاع بالعاج}

**وضاحت:۔**

چونکہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے مسئلے سے ناواقفی کی بناء پر دروازے پر

تصویروں والا پردہ ڈالا ہوا تھا اور تصویر کو تعظیماً لگانا حرام تھا' نیز لڑکوں کو چاندی کے کنگن پہنانا بھی ناجائز و ممنوع تھا، چنانچہ پیارے آقا (ﷺ) نے ان دونوں چیزوں پر اظہارِ ناراضگی فرمایا۔ نیز آخر میں یہ فرمانا کہ ''میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنی طیب چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں کھالیں'' سے مراد یہ ہے کہ گو کہ ان کنگنوں کا پہننا فاطمہ کے لئے بالکل جائز ہے، لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ کوئی بھی ایسی چیز استعمال کریں کہ جس کی بناء پر ان کا دل آخرت کی جانب سے دنیا کی طرف مائل ہو۔ لھذا آپ نے وہ کنگن کسی اور غریب صحابی کی جانب روانہ فرما دیے۔

## حاصل مطالعہ

انسان کو چاہیئے کہ اگر وہ لاعلمی کی بناء پر کسی ناجائز کام کا مرتکب ہو جائے تو علم حاصل ہونے پر فوراً سے پیشتر اپنی اصلاح کی کوشش میں مصروف ہونے میں دیر نہ کرے، چاہے اس کے لئے اسے کتنی بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

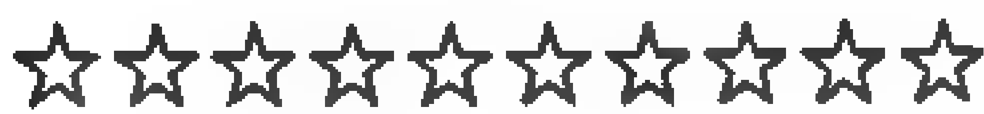
- نیز اسلامی بہنیں، بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی مثل، اس پہلو کو بھی اہمیت دیں کہ اپنے اطراف میں رہنے والے حضرات کے موڈ اور دیگر افعال کو توجہ سے دیکھتی رہیں، اگر ان میں کسی قسم کی ناگوار تبدیلی محسوس فرمائیں تو فوراً ذہن دوڑائیں کہ کس مقام پر کی گئی کوتاہی اس کا سبب بنی ہے۔

کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامنے والا کسی بات پر ناراض ہو کر اس ناراضگی کو دل میں چھپالیتا ہے، لیکن فطری تقاضے کے تحت اس ناراضگی

کے آثار اس کے چہرے ..یا..دیگر افعال سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔اب اگر ساتھ رہنے والا پہلے سے اس چیز کا ذہن بنائے ہوئے ہوتو فوراً بات کی تہہ تک پہنچ کر تدارک کا سامان کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے..اور اگر اس جانب سے بے پرواہی کا شکار رہنے کی عادت ہوتو پھر دیر کرنے کی بناء پر اس کے برے نتائج اس وقت ظاہر ہوتے ہیں کہ واپسی..یا..اصلاح کی کوئی بھی سبیل نہیں رہتی۔

اس پہلو پر توجہ دیتے رہنا،شوہر وساس ونندوں وغیرہ کے ساتھ تعلقات میں بہتری کے سلسلے میں بے حد مددگار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خواہشات کو احکام شرع پر قربان کرنے کا ذہن عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {45} چراغ بجھا دینا......

حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) ایک رات رسول اللہ (ﷺ) کے ایک مہمان کو مہمان نوازی کی غرض سے اپنے گھر لے گئے اور اپنی زوجہ ام سلیم (رضی اللہ عنھا) سے پوچھا، "کیا گھر میں کچھ کھانا موجود ہے؟"........انہوں نے جواباً عرض کی کہ، "صرف ایک آدمی کا کھانا ہے۔" آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ "بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو اور پھر کھانا مہمان کے سامنے رکھ دینا، اس کے بعد تم چراغ کی بتی درست کرنے کے بہانے اٹھنا اور اسے بجھا دینا، پھر ہم دونوں مہمان کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ جائیں گے اور مہمان کو دکھانے کے لئے برتن میں ہاتھ ڈالتے اور یوں ہی منہ چلاتے رہیں گے تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم دونوں بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان شکم سیر ہو جائے گا اور ہم دونوں صبر کریں گے۔"

بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے حسب ہدایت پہلے بچوں کو سلایا، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کے چراغ بجھا دیا۔ پھر آپ دونوں مہمان کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے' مہمان کھاتا رہا اور آپ دونوں برتن میں ہاتھ ڈالتے اور خالی منہ چلاتے رہے، یہاں تک کہ مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور اندھیرے میں اس کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میاں بیوی بھوکے رہ گئے ہیں۔

جب ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) صبح سرکارِ نامدار (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رحمتِ عالم (ﷺ) نے مسکرا کر فرمایا، "تمہاری رات کی مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔" ﴿بخاری شریف۔ صفحہ ۵۳۶﴾

### ﴾حاصل مطالعہ﴿

ایثار یہ ہے کہ انسان اپنی ضرورت کی چیز بھی اپنے مسلمان بھائی کی

ضرورت پوری کرنے میں خرچ کر دے۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔قرآنِ پاک میں انصاری صحابہ کرام کی مدح فرماتے ہوئے اس صفت کو خاص طور پرذکرفرمایاہے،ارشادہوتاہے،

''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ط اور اپنی جانوں پر ان (یعنی مہاجرین) کوترجیح دیتے ہیں ،اگر چہ انھیں شدید محتاجی ہو۔'' (ترجمہ کنزالایمان۔پ ۲۸۔الحشر ۹)

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیتِ کریمہ حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) اور آپ کی زوجہ صاحبہ شان میں ہی نازل ہوئی تھی۔

بی بی ام سلیم کا شوہر کے ساتھ مکمل تعاون موجودہ دور کی مسلمان بہنوں کے لئے لائقِ تقلید ہے۔

تنگدستی کے باوجود شوہر کے مہمان کو گھر لے آنے پر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا، بچوں کو بھوکا سلانے پر بخوشی راضی ہو جانا اور پھر خود بھی شوہر سمیت بھوکا رہ کر مہمان کو شکم سیر کرنا ،یقیناً بہت زبردست قوتِ برداشت کا تقاضا کرتا ہے اور چونکہ یہ عمل نفس پر بے حد گراں تھا اور جو عمل نفس پر بھاری ہو وہ اللہ تعالیٰ کو اتنا ہی زیادہ محبوب ہے ،لھذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (ﷺ) کے ذریعے اس مجاہدے کی مقبولیت کا پروانہ جاری فرمایا اور اس واقعہ عظیمہ پر ایک آیت کو ہمیشہ کے لئے قرآنِ پاک کی زینت بنا دیا۔جب بھی قرآن کی یہ آیت بمع تفسیر پڑھی جائے گی ،یہ واقعہ بھی بیان ہوتا رہے گا۔

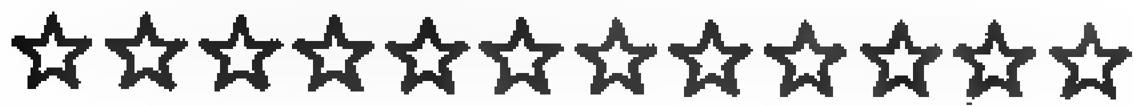
اس قسم کا نفس کے ساتھ جہاد' فقط ہماری اسلاف کرام ہی کا حصہ ہے۔کیونکہ اگر آج کی کوئی مسلمان بہن ہوتی تو شوہر کے ایسے فعل پر جلی کٹی سنا سنا کر اس کا ناک میں دم کر دیتی اور شائد اس تلخ تجربے کے بعد یہ مظلوم شوہر اس

قسم کی مزید کسی نیکی کی ہمت وجرأت نہ کرپاتا۔
مذکورہ واقعہ اوراس پر اللہ تعالیٰ کے کئے گئے انعام کے پیش نظر ہمیں بھی چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ ایثار کیا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے درجات بھی روز بروز بلند سے بلندتر ہوتے چلے جائیں۔

**نوٹ:۔**

ایثار کے لئے باہر کی مسلمان بہنوں کا انتخاب ہی ضروری نہیں بلکہ آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایثار کا مظاہرہ کر کے بھی اس ثواب کو حاصل کرسکتی ہیں۔مثلاً

آپ کا چائے کا بہت موڈ ہورہا تھا،آپ نے اپنے لئے چائے بنائی کہ اتنے میں بھائی ..یا..والد صاحب وغیرہ آگئے،تو آپ اپنی خواہش کو قربان کر کے یہ چائے انھیں دے دیں،ان شاء اللہ ایثار کا ثواب مل جائے گا۔اس طرح مختلف امور میں ایثار کا ذہن بنالیں تو روزانہ ڈھیروں ثواب ہاتھ آنے کے ساتھ ساتھ نفس کو زیر کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوجائے گی۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ایثار کی سنتِ عظیمہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {46} یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!

## شفا دے دیجئے

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسولِ اکرم (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں لے گئیں عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میرا (یہ) بھانجا بیمار ہے۔" (یہ سنکر) رسول اللہ (ﷺ) نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دُعائے برکت فرمائی' پھر آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔

(بخاری، باب من ذھب بالصبی المریض لیدعی لہ)

### حاصل مطالعہ

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عیسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات کا ذکر "ان ہی کی گفتگو حکایت کرتے ہوئے" ان الفاظ میں فرمایا،

"وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۳۔ال عمران ۴۹)

اور دوسرے مقام پر اپنے محبوب (ﷺ) کے تمام انبیاء (علیہم السلام) پر سبقت رکھنے کو ان الفاظ میں بیان کیا،

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا اور ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ

ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۳۔بقرہ،۲۵۳)

جن انبیاء (علیہم السلام) کو اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا وہ سید الانبیاء (ﷺ) اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔اور جن نبی کو سب پر درجوں بلند کیا وہ ہمارے پیارے آقا (ﷺ) ہیں۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی (قدس سرہ) اسی کے تحت درج فرماتے ہیں، "(جن نبی کو سب پر فوقیت دی گئی) وہ حضور پرنور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہیں کہ آپ کو بدرجاتِ کثیرہ تمام انبیاء (علیہم السلام) پر افضل کیا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔آیت میں حضور (ﷺ) کی اس رفعتِ مرتبت کا بیان فرمایا گیا۔"

آگے مزید فرماتے ہیں، "حضور (ﷺ) کے وہ خصائص وکمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر فائق وافضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں (جیسے) آیات بینات ومعجزات باہرات میں آپ کو تمام انبیاء (علیہم السلام) پر افضل فرمایا گیا، آپ کی امت کو تمام امتوں پر افضل کیا گیا، شفاعتِ کبریٰ آپ کو مرحمت ہوئی، قربِ خاص معراج آپ کو ملا، علمی وعملی کمالات میں آپ کو سب سے اعلیٰ کیا اور اس کے علاوہ بے انتہاء خصائص آپ کو عطا ہوئے۔"

(مدارک، جمل، خازن، بیضاوی وغیرہ)

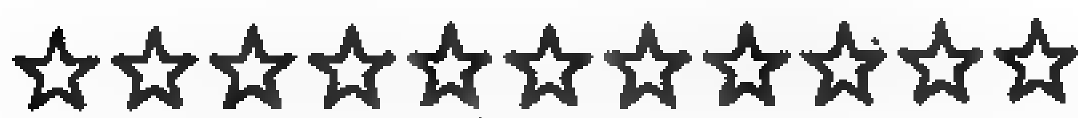
مذکورہ آیتِ پاک سے تمام انبیاء (علیہم السلام) پر پیارے آقا (ﷺ) کی فضیلت بخوبی ثابت ہوئی اور تفسیر کی وضاحت سے افضلیت کی ایک صورت ،معجزات میں سب بڑھ کر ہونا بھی معلوم ہوئی۔

اب جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی عطا سے بیماروں کو شفاء عطا فرما سکتے ہیں تو فضائل و کمالات میں اعلیٰ وارفع ہونے کے باعث ہمارے پیارے آقا (ﷺ) تو بدرجہ اولیٰ اس منصب پر فائز ہوں گے۔

اسی قسم کے بے شمار دلائل ہیں جن کی بناء پر ہماری اسلافِ کرام (رضی اللہ عنھن) بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں حصولِ شفاء اور دیگر کئی مسائل کے لئے حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ان کے اس عملِ مبارک سے معلوم ہوا کہ حصولِ شفاء کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی بارگاہ میں حاضر ہونا بالکل جائز اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب (ﷺ) کی رضا کے عین مطابق ہے۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ ڈاکٹری و حکیمی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی علاج کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی خدمت میں حاضر ہوا کریں، ان لوگوں کی سی عادات اختیار نہ فرمائیں کہ جو پہلے تو نیم حکیموں سے علاج پر ہزاروں روپے برباد کر دیتے ہیں، پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر کہتے ہیں، بس جی اب تو دعا ہی اس کا علاج ہے۔''

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {47} ایک دن عطا کیجئے......

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مرد آپ کی اَحادیث لے گئے چنانچہ ہمیں بھی اپنی طرف سے ایک دن عطا کیجئے تاکہ ہم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس میں سے کچھ سیکھ سکیں جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھایا ہے۔" رحمتِ کونین (ﷺ) نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، "اچھا' تم فُلاں فُلاں دن فُلاں فُلاں مَقام پر جمع ہو جایا کرو۔"

حسبِ حکم' عورتیں اسی مقررہ جگہ جمع ہو گئیں، پھر رسول اللہ (ﷺ) ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم میں سے انہیں بھی سِکھایا۔ پھر فرمایا، "تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ بچے اس کے لئے آتشِ دوزخ سے رکاوٹ بن جائیں گے"۔ (یہ سُنکر) ان میں سے ایک عورت نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اگر دو بچے فوت ہو گئے ہوں؟" تو رسول اللہ (ﷺ) نے جواباً ارشاد فرمایا! (ہاں) دو بھی' دو بھی' دو بھی۔" (بخاری. باب فضل من مات لہ ولد .....الخ)

### حاصل مطالعہ

علم کی طلب میں اپنی کوشش صرف کرتے رہنا بہت بڑی سعادت مندی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

"یَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اوران کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۸۔مجادلہ۔۱۱)

نیز علم کی برکت سے انسان کو بے شمار گناہوں کی پہچان حاصل ہو جاتی ہے، جس کی بناء پر ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، نیز عبادات کو کامل کرنے کا طریقہ بھی علم کی برکت سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ غرض علم، دین ودنیا دونوں کے لئے بے حد نافع ہے، جس کا انکار کوئی احمق ہی کرسکتا ہے۔

چونکہ ہماری اکابرین پر علمی برکات واضح وروشن تھیں، چنانچہ انھوں نے اسی سلسلے میں پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک دن اپنے لئے مخصوص کرنے کی درخواست کی، جسے بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبولیت کا تحفہ عطا ہوا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بہنوں کا کسی ایک مقام پر جمع ہو کر دین سیکھنا، صحابیات (رضی اللہ عنھن) کی سنت کے مطابق ہے۔

نیز ان نفوسِ قدسیہ کا اجازتِ حصولِ علم، طلب کرنے سے پہلے مردوں کا ذکر کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اس آیتِ کریمہ کے حکم پر سختی کے ساتھ عامل تھیں کہ

"فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ۔ تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو۔"

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۶۔مائدہ۔۴۸)

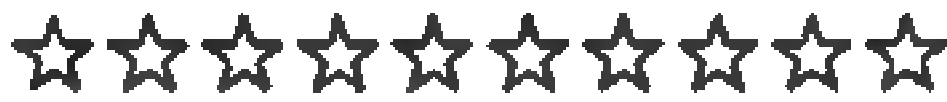
ہمیں بھی چاہئے کہ ان پاکیزہ فطرت خواتین کی مثل علمِ دین سیکھنے میں قطعی طور پر سستی.. یا.. بخل سے کام نہ لیں اور ایسے مقامات پر جانے کو اپنے لئے

سعادت تصور فرمائیں کہ جہاں علم دین سکھایا جاتا ہو۔ نیز اپنے اندر نیکیوں میں آگے بڑھ جانے کا جذبہ بیدار فرمائیں۔

نیز اپنے ذہن کو دنیاوی امور میں مردوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کے مکروہ خیال سے محفوظ رکھ کر' اخروی امور میں ان کے ساتھ مقابلے کی سوچ پیدا کریں۔ ان شاء اللہ دنیا و آخرت کی بے شمار بھلائیاں حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ علمِ دین کے حصول کی کوشش کرتے رہنے کی توفیق دے۔

آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {48} وجوہاتِ غم......

کسی نے حضرت رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ ''تین چیزیں میرے لئے وجہِ غم بنی ہوئی ہیں اور اگر تم یہ غم دور کردو، تو میں یقیناً کرلوں گی۔......

☆اول یہ کہ میری موت اسلام پر ہوگی.. یا نہیں؟......

☆دوم روزِ محشر میرا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا.. یا.. الٹے ہاتھ میں؟......

☆سوم روزِ محشر داہنی جانب والی جماعت کو جنت میں اور بائیں والی کو جہنم میں داخل کیا جائے، میں کس جماعت میں شامل ہوں گی، دائیں والی میں .. یا بائیں والی میں؟......

اس نے عرض کی، ''ان باتوں کا جواب تو ہمارے پاس نہیں۔'' آپ نے فرمایا، ''تو پھر تم ہی بتاؤ کہ جس کو اتنے غم ہوں، بھلا اسے نکاح کی کیا تمنا ہوسکتی ہے؟'' ﴿تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۵۱﴾

### [حاصل مطالعہ]

اگر کوئی شرعی عذر نہ ہوتو نکاح کرنا ہمارے پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنتِ مبارکہ ہے۔ لیکن شرعی عذر کی صورت میں اس کا حکم بدل جاتا ہے، چنانچہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ بسا اوقات نکاح کرنا حرام بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ

درمختار میں ہے، ''اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا .. یا.. جو ضروری باتیں ہیں انھیں پورا نہ کرسکے گا تو نکاح کرنا مکروہ

ہے..اور..اگران باتوں کا یقین ہوتواب نکاح کرنا حرام ہے۔"

چونکہ بی بی رابعہ بصریہ(رضی اللہ عنہا) کوقرآن وحدیث کاعلم حاصل تھا، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی کرم نوازی سے اس علم پر یقینِ کامل کی دولت بھی عطا فرمائی ہوئی تھی، لھذا اس علم کی برکت سے آپ کواخروی لحاظ سے شدید خوف لاحق ہوگیا تھا، جس کی بناء پر شادی کرنے کے بعد شوہر کے حقوق میں کوتاہی عین ممکن تھی۔اور فریقِ ثانی کے حق میں کوتاہی کے ارتکاب کا یقین ایک ایسا شرعی عذر ہے کہ جس کی بناء پر نکاح کرنا سنت نہیں رہتا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو نکاح نہ کرنے کی بناء پر قابلِ ملامت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جن آیات واحادیث کی بناء پر آپ کے دل میں یہ خوفِ حقیقی پیدا ہوا، درجِ ذیل کوان ہی میں شمار کیا جاسکتا ہے۔چنانچہ

☆اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ

"فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ☆اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ☆فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ☆فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ☆قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ☆كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ☆وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ☆وَلَمْ اَدْرِ مَاحِسَابِیَهْ☆یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ☆مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ☆هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ☆خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ☆ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ☆ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَاسَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ" تو

وہ جو اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، کہے گا لو میرے نامۂ اعمال پڑھو مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا، تو وہ من مانتے چین میں ہے، بلند باغ میں، جس کے خوشے جھکے ہوئے، کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا اور وہ جو اپنا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ، کہے گا ہائے کسی طرح مجھے اپنا نوشتہ نہ دیا جاتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے، ہائے کسی طرح موت ہی قصہ چکا جاتی، میرے کچھ کام نہ آیا میرا مال، میرا سب زور جاتا رہا (اے فرشتو!) اسے پکڑو، پھر اسے طوق ڈالو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں دھنساؤ، پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر (70) ہاتھ ہے، اسے پرو دو۔" (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۲۹۔الحاقہ۔۱۹...۳۲)

مزید ارشاد ہے،

وَاَصۡحَابُ الۡیَمِیۡنِ مَاۤ اَصۡحَابُ الۡیَمِیۡنِ ☆فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ☆وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ☆وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ☆وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ☆وَّفَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ ☆لَّامَقۡطُوۡعَةٍ وَّ لَامَمۡنُوۡعَةٍ ☆ وَّفُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ☆ اور دہنی طرف والے، کیسے دہنی طرف والے، بے کانٹے کی بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں اور ہمیشہ کے سائے میں اور ہمیشہ جاری پانی میں اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں اور بلند بچھونوں میں۔

کچھ آگے ارشاد ہوا،

وَاَصۡحَابُ الشِّمَالِ مَاۤ اَصۡحَابُ الشِّمَالِ ☆ فِیۡ

سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ☆ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ☆ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ۔اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے، جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔پ ۲۷۔الواقعہ۔۴۴،۴۱)

اور... ☆ پیارے آقا (ﷺ) کا فرمانِ عالیشان ہے، ''بعض لوگ کام جنتیوں والے کرتے ہیں، لیکن ہوتے ہیں دوزخی اور بعض دوزخیوں والے کام کرتے ہیں، لیکن ہوتے ہیں جنتی، بے شک اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔''

(بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کی کثرت ایمان پر موت واقع ہونے کے لئے دلیل نہیں، لھذا ہوسکتا ہے کہ انسان سے کوئی ایسا فعل یا قول سرزد ہوجائے کہ جس کی بناء پر وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے اور یوں اس کے تمام اعمال برباد ہوجائیں۔

کاش! ہماری مسلمان بہنیں بھی اس قابلِ رشک خاتون سے سبق حاصل کرتے ہوئے دل میں اللہ تعالیٰ کی صحیح خوف پیدا کرنے کوشش کریں، ان شاءاللہ عزوجل یہ خوف بہت سے گناہوں سے دور کرنے کا سببِ عظیم واقع ہوگا۔

اللہ عزوجل فکرِ آخرت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## {49} تکلیف کا احساس نہ رہا......

شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو ایک مرتبہ زوردار ٹھوکر لگی، جس سے پیر کا ناخن ٹوٹ گیا، لیکن آپ ہنسنے لگیں۔ شیخ نے دریافت فرمایا، ''کیا ناخن ٹوٹنے سے درد نہیں ہو رہا؟'' عرض کی کہ ''ثوابِ آخرت کی خوشی میں مجھے تکلیف کا احساس ہی نہ رہا۔'' (کیمیائے سعادت، صفحہ ۷۳۸)

### حاصل مطالعہ

یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر بڑا فائدہ حاصل ہونے کا یقین ہو تو چھوٹی تکلیفیں برداشت کرنے کے لئے ہنسی خوشی تیار ہو جاتا ہے۔ جھلسا دینے والی دھوپ میں کام کرنے والے مزدور کو دیکھئے، چند روپوں کی خاطر کتنی سخت مشقت خوشی خوشی برداشت کر لیتا ہے.... بس و ویگن کنڈیکٹروں کو ملاحظہ فرمایئے، شام کو ملنے والی دہاڑی کا حسین منظر انھیں کس طرح سینکڑوں گالیاں، بے شمار تکلیفیں اور تمام دن کی اذیت برداشت کرنے کا حوصلہ فراہم کرتا ہے۔

مذکورہ واقعہ میں یہی فطرتِ انسانی، سخت تکلیف کے باوجود، زوجۂ فتح موصلی (رضی اللہ عنہا) کے چہرے پر مسکراہٹ طاری کرنے کا سبب بن گئی تھی۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یہ تکلیف وقتی ہے لیکن اس پر ملنے والا ثواب وانعام ہمیشہ باقی رہنے والا اور مدتِ لامحدود تک نفع پہنچانے والا ہے۔ ان کے پیشِ نظر پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درج ذیل قسم کے اقوالِ مبارکہ تھے کہ.....

(۱) مسلمان کو بیماری، غم ورنج حتی کہ کانٹا لگنے سے بھی جو تکلیف پہنچتی

ہے، اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے اسکی خطائیں مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) کوئی مسلمان ایسا نہیں جسے کوئی بیماری یا تکلیف وغیرہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اسکے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔ (مسلم)

(۳) بڑا ثواب، بڑی مصیبت و بلا کے ساتھ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جو اس مصیبت پر راضی ہوتا ہے، اسکے لئے رب کریم کی رضا مندی ہے اور جو کوئی ناراض ہوتا ہے تو اسکے لئے رب کریم کی ناراضگی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۴) جس نے مصیبت پر صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز جنت میں ۷۰۰ درجات عطا فرمائے گا، ہر درجہ میں عرش سے تحت الثریٰ تک فاصلہ ہوگا۔

(مکاشفۃ القلوب)

(۵) جس کو دنیا میں عذاب دیا جاتا ہے اسکو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا، کیونکہ سختی اور بلا، گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، پس جب انسان گناہوں سے پاک ہو گیا تو پھر اس پر عذاب کیوں ہوگا؟ (احیاء العلوم)

(۶) عافیت میں رہنے والے لوگ، جب بروزِ قیامت مصیبت پر صبر کرنے والوں کو بڑے بڑے درجے ملتے دیکھیں گے تو خواہش کریں گے کہ کاش، دنیا میں ہمارا گوشت قینچیوں سے کاٹا گیا ہوتا اور ہم اس پر صبر کر کے یہی درجات پا لیتے۔ (ترمذی)

ہمیں بھی چاہیئے کہ ذکر کردہ انعامات کو حاصل کرنے کے لئے تکلیفوں

پر صبر کیا کریں۔لیکن یاد رہے کہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل اور زبان کو ہر قسم کے شکوے سے روکنا۔یوں نہیں کہ تکلیف پہنچنے پر زبان چلا چلا کر خوب دل کی بھڑاس نکال لی اور آخر میں معصومانہ انداز میں کہہ دیا،''جی کیا کریں،ہم تو صبر ہی کر رہے ہیں۔''..................

اللہ عزوجل ہمیں صحیح معنی میں صبر کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {50} ایک دروازہ رہ گیا......

منقول ہے کہ ایک رئیس اپنے باغ میں پہنچا، وہاں اس نے مالی کو اس کی بیوی کے ساتھ بیٹھے دیکھا، مالی کی بیوی کے حسین وجمیل ہونے کی بناء پر رئیس کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا اور برائی کا ارادہ دل میں جڑ پکڑنے لگا۔ چنانچہ اس نے مالی کو کسی کام کے لئے روانہ کر دیا۔ جب دونوں تنہا رہ گئے تو اس نے عورت سے کہا کہ "باغ کے سب دروازے بند کر دے۔"

عورت فوراً اس کی نیت بھانپ گئی، چنانچہ تھوڑی دیر بعد اس کے پاس پہنچی تو اس نے پوچھا، "سب دروازے بند کر دئے؟" اس نے جواب دیا کہ "ہاں، لیکن ایک دروازہ رہ گیا ہے۔" رئیس نے پوچھا، "وہ کون سا؟" اس نے کہا، "وہ، جو میرے اور میرے رب کے درمیان ہے۔" یہ بات سنتے ہی رئیس پر زبردست خوفِ خدا طاری ہوا اور وہ روتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

(کشف المحجوب)

### حاصلِ مطالعہ

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر لمحہ دیکھ رہا ہے، ہمارا کوئی بھی عمل اس پر مخفی نہیں، ارشاد ہوتا ہے،

"وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔" (ترجمۂ کنزالایمان،پ۱۰،الانفال ۷۲)

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے، لیکن جب وہ کسی پر غضبناک ہو جائے، تو

پھر سخت گرفت بھی فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ'' ۔ بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔'' (ترجمۂ کنزالایمان۔پ۳۰۔البروج۔۱۲)

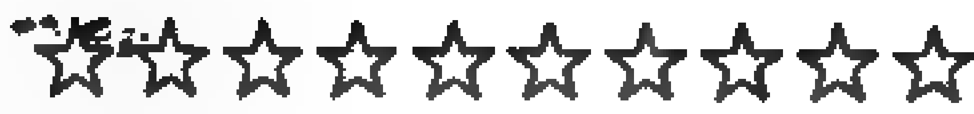
جس مسلمان کے پیشِ نظر یہ دونوں باتیں ہمہ وقت رہیں، شیطان کے لئے اسے گناہوں میں مبتلاء کروانا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔اور اگر ایسا انسان بتقاضائے بشریت کسی خطاء کا مرتکب ہو بھی جائے تو اسی قسم کی آیات اسے فوراً توبہ کی جانب مائل فرمادیتی ہیں۔

انسان خطاؤں پر دلیر اور استقامت پزیر اسی وقت ہوتا ہے، جس وقت اللہ تعالیٰ کے دیکھتے رہنے کا یقین کمزور ہو جائے اور اس کے عذابات کی آیات یاد نہ رہیں۔لیکن جب ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی طرف متوجہ کیا جائے اور اس کے عذابات یاد دلائے جائیں تو اگر اس کا دل ابھی تک زندہ ہے تو وہ فوراً دوبارہ ہدایت کی جانب قدم بڑھانے میں دیر نہیں کرے گا۔اس واقعے میں ان تمام مذکورہ باتوں کا رنگ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ہماری مسلمان بہنوں کو بھی چاہیئے کہ ہر وقت اس تصور کو ذہن میں جما کر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔نیز اس کے عذاب وگرفت کے ذکر پر مشتمل آیات واحادیث کو کثرت سے سنیں، پڑھیں، ذہن میں محفوظ رکھیں اور بار بار ان پر نظر تفکر فرماتی رہیں، ان شاء اللہ عزوجل کچھ ہی

عرصے میں نہ صرف خود بے شمار کوتاہیوں سے نجات حاصل فرمالیں گی بلکہ واقعہ میں رئیس کی مثل دوسرے بھی اس کی برکات سے مکمل طور پر فیضیاب ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خوف آخرت رکھنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {51} کچھ طلب کرنا باعثِ ندامت ہے......

ایک بزرگ نے حضرت رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) کو گندے لباس میں دیکھ کر عرض کیا کہ "اللہ کے بہت سے ایسے بندے جو آپ کی جنبشِ ابرو پر نفیس سے نفیس لباس مہیا کر سکتے ہیں، تو آپ ان سے استفادہ کیوں نہیں کرتیں؟" فرمایا، "کہ مجھے طلبِ غیر سے اس لئے حیاء آتی ہے کہ مالکِ دنیا تو خدا ہے اور اہلِ دنیا کو ہر شے عاریتاً عطا کی گئی ہے اور جس کے پاس ہر شے خود عاریۃً ہو اس سے کچھ طلب کرنا باعثِ ندامت ہے۔" ﴿تذکرۃ الاولیا صفحہ ۵۵﴾

### حاصل مطالعہ

انسان جتنا زیادہ بے نیازی اختیار کرے، لوگوں میں اس کی عزت ووقعت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو شخص ہر ایک کے سامنے ہاتھ پھیلاتا.. یا.. اپنی حاجات بیان کرتا رہے تو لوگوں کے دل اس سے بیزار ہو جاتے ہیں، اور یہ بیزاریت انھیں ایسے شخص سے دور بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

ہمارے اکابرین کے مرجعِ خلائق ہونے کا ایک بہت بڑا سبب بے نیازی بھی تھی۔ وہ لوگوں سے اپنی حاجات چھپایا.. اور... اپنے ظاہر و باطن کی حفاظت کی غرض سے امراء کی جانب سے کی گئیں بڑی بڑی پیشکشیں بلا جھجک ٹھکرا دیا کرتے تھے۔ ان کی یہی بے پرواہی و بے نیازی لوگوں کو متاثر کر کے ان کے قریب لے آتی اور یہ نفوسِ قدسیہ انھیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیا کرتے تھے۔

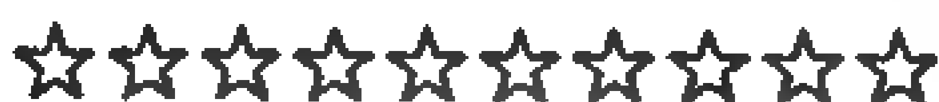
آج ہمیں بھی اور خصوصاً تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دینے والی مسلمان

بہنوں کو اس سنت پر عمل پیرا ہونے کا شرف حاصل کرنے کا ذہن بنانا چاہیئے۔

نیکی کی دعوت دینے والی جو مسلمان بہن لوگوں کی جانب سے کی گئی مختلف پیشکشیں ٹھکراتی رہے، اپنی حاجات کو چھپا کر رکھے، مخلوقِ خدا سے انعام وتحفوں کا لالچ نہ رکھے، اگر کوئی تحفہ دے بھی تو جواب میں فوراً تحفہ دے کر احسان کا بوجھ خود پر سے اتار دے، وہ یقیناً ہر دل عزیز ہوگی، دیگر مسلمان بہنیں اس کے قریب رہنے کی تمنا کریں گی، اس کی زبان میں ایک خاص قسم کی تاثیر پیدا ہو جائے گی، جس کی برکت سے عوام کو دین کی طرف مائل کرنا بے حد آسان ہو گا۔

اور جو مسلمان بہن اس کے برعکس عمل کرے وہ بہت جلد لوگوں کے لئے کوفت وبیزاریت کا سبب بن جائے گی، جس کا منفی اثر دین کے کام پر بھی ضرور پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا والوں سے حقیقی بے نیازی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {52} کیا اللہ عزوجل ہمیں بھول گیا؟......

حضرت مالک بن دینار (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ بغرضِ ملاقات رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) کے یہاں پہنچا، دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے، جس سے آپ وضو کرتی اور پانی پیتی ہیں، ایک بوسیدہ چٹائی ہے، جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ کسمپرسی کا یہ عالم دیکھ کر میں نے کہا ''میرے بہت سے دوست احباب مالدار ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لئے ان سے کچھ طلب کروں؟''

حضرت رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیہا) نے دریافت فرمایا، ''کیا مجھے، تمہیں اور دولت مندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں؟.....میں نے کہا ،ہاں کیوں نہیں۔.....فرمایا، ''تو پھر کیا اس ذات نے فقیروں کو ان کی غربت کی وجہ سے فراموش کر دیا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے؟'' .....میں نے جواب دیا کہ، ''ایسا تو نہیں ہے۔'' .....فرمایا ''جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے تو پھر ہمیں یاد دہانی کی کیا ضرورت ہے؟ ہمیں تو اسی کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ ﴿تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۵۶﴾

### ﴿حاصل مطالعہ﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بے شمار مقامات پر، مختلف الفاظ میں اپنی متعدد صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے،

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۔ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (ترجمۂ کنز الایمان پ ۵۔ النساء۔ ۹۴)

کہیں فرمایا،

''وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔'' (پ۱۔ بقرہ۔۷۴)

کسی مقام پر ارشاد ہوا،

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۵۔ نساء۔۴۰)

کسی جگہ ارشاد فرمایا،

''وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۳۔ ال عمران۔۷۳)

اس سے کچھ آگے فرمایا،

''وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۳۔ ال عمران۔۷۴)

مزید ارشاد فرمایا،

''اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۱۰۔ انفال۔۶۹)

کچھ آگے ارشاد فرمایا،

''وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۱۰۔ انفال۔۷۲)

سورۂ حدید میں ارشاد فرمایا،

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے،

سب خوبیوں سراہا۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔پ ۲۷۔الحدید۔۲۴)

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نہ تو اپنے بندوں سے غافل ہے اور نہ ہی ان پر ظالم....ان کے ہر ہر کام کو جانتا اور دیکھتا ہے....بہت فضل وکرم ووسعت فرمانے والا ہے....مہربان بھی ہے اور بے نیاز بھی۔

اب اگر ان اوصاف کے باوجود وہ کسی بندے کو تنگ دستی میں مبتلاء کر دے تو یہ نہ تو ظلم ہوسکتا ہے کیونکہ وہ ظالم نہیں، بلکہ مہربان ہے...نہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ غافل نہیں..نہ یہ معاملہ اس سے پوشیدہ رہ سکتا ہے، کیونکہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے...یہ تنگ دستی اس کی جانب سے بخل کا نتیجہ بھی نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ ہر چیز سے بے نیاز، نیز بے حد وسعت والا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب اس ذات کی طرف کسی طرح بھی، کسی بھی عیب کی نسبت نہیں ہوسکتی تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ اس میں خود اس بندے کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پوشیدہ ہے، جس پر اپنی کم فہمی اور کوتاہ عقلی کی بناء پر مطلع ہونا دشوار محسوس ہورہا ہے۔

اور جب ہر طرح غور وتفکر کی بناء پر ثابت ہوگیا کہ ان مصیبتوں، پریشانیوں میں ہمارا ہی کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور پوشیدہ ہے..

تو پھر اس پر زبانِ اعتراض دراز کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟............

اور کیا اس طرح کے حالات میں خاموشی اختیار کرنا اور اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہنا سعادت مندی نہیں؟.........

بلکہ ایسے موقع پر کسی کا اعتراض کی جرأت کرنا کیا یہ ثابت نہیں کر رہا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی صفات کے حق ہونے کے بارے میں شک واقع ہو گیا ہے؟......

پس یہ ہی وہ تمام امور تھے، جو ہماری اسلاف عظام (رحمۃ اللہ علیھم) کو ہر قسم کی آفت و مصیبت کے وارد ہونے کے باوجود، اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے اور زبان کو دائرۂ شریعت و ادب میں رکھنے کی جانب مائل رکھا کرتے تھے۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ بی بی رابعہ بصریہ (رحمۃ اللہ علیھا) کی مثل' ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہیں۔

ہاں، یہ بات یاد رہے کہ کسی پریشانی و مصیبت کو دور کرنے کے لئے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کے منافی نہیں، پس اس بات کا خیال رہے کہ قلب و زبان کسی قسم کے شکوے میں مبتلاء نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {53} اب روزِ قیامت ہی ملاقات ہو گی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نو ذوالحجہ کو دیہات کی جانب جا نکلا، راستہ میں ایک بیل نے میرا پیچھا کر کے کہا، "اے عبدالقادر! کہاں جاتا ہے؟" یہ سنتے ہی میں گھبرا کر بھاگ پڑا اور مکان کی چھت پر چڑھ گیا، وہاں سے دیکھا کہ لوگ میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے ہیں۔ میں چھت سے اتر کر والدہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ "آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے حصولِ علم کے واسطے بغداد جانے کی اجازت دے دیں۔"

والدہ نے مجھ سے اچانک تبدیلی کا سبب دریافت کیا تو میں نے پورا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا جسے سن کر روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور کمرے میں جا کر اسی (80) دینار نکال کر لائیں اور فرمایا کہ تمہارے والد نے یہ ورثہ چھوڑا ہے جس میں سے چالیس دینار تمہارے بھائی کے حصہ کے ہیں۔ پھر انہوں نے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیئے اور رخصت کرتے وقت مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ میں کسی حالت میں بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ پھر فرمایا کہ "جاؤ! اب روزِ قیامت ہی تم سے ملاقات ہو گی۔" ﴿مقدمہ زبدۃ الآثار، صفحہ ۱۳﴾

### حاصل مطالعہ

ہماری اسلاف کرام (رحمۃ اللہ علیہم) اپنے دنیا میں آمد کے مقصد کو اچھی طرح جانتی تھیں، کیونکہ ان کے پیشِ نظر اس قسم کی آیات رہا کرتی تھی، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی عیش و آرام اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے

نہیں بلکہ آخرت کی تیاری کے لئے عطا کی گئی ہے۔ مثلاً.........

''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط۔ وہ (ذات) جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو، تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔'' (ترجمۂ کنز الایمان۔پ۲۹۔الملک۔۲)

نیز...

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔''

(ترجمۂ کنز الایمان۔پ۲۷۔الذاریات۔۵۶)

یہی وجہ تھی کہ وہ نہ تو خود اس مقصد سے غافل ہوا کرتی تھیں اور نہ ہی اولاد کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کرتی تھیں، بلکہ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر جتنا زیادہ ممکن ہوتا، تعاون فرماتی تھیں۔

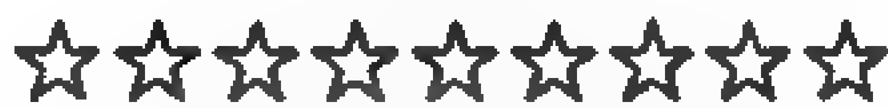
مذکورہ بالا واقعہ بھی یہی سب کچھ ظاہر کر رہا ہے، کیونکہ علمِ دین سیکھے بغیر آخرت کی درست تیاری' ایک خواب کے سوا اور کچھ نہیں، چنانچہ اسے سیکھنے کے لئے سفر اختیار کرنا بہت ضروری ہے، یہ عام ہے کہ اس کی مسافت کم ہو یا زیادہ۔ اور جب سفر اختیار کیا جائے، تو یقیناً اپنے پیاروں کی وقتی جدائی بھی برداشت کرنی پڑتی ہے....اور سفر اور عزیزوں کی جدائی دونوں باعث تکلیف ہیں، لیکن سیدنا غوثِ اعظم دستگیر (رحمۃ اللہ علیہ) کی والدہ ماجدہ نے اخروی کامیابی کے پیشِ نظر اس معاملے میں بالکل رکاوٹ نہ پیدا فرمائی۔ حالانکہ اس وقت آپ کی عمر اسی برس اور غوثِ پاک (رحمۃ اللہ علیہ) کی فقط ۱۸ برس تھی اور آپ یہ بھی جانتی تھیں کہ راستہ انتہائی دشوار و تکلیف دہ ہے، چور ڈاکوؤں کا خطرہ بھی اپنی جگہ موجود تھا

، نیز بذریعۂ ولایت جان چکی تھیں کہ اب زندگی میں دوبارہ بیٹے سے ملاقات ممکن نہیں، کیونکہ اس سے پہلے ہی بارگاہِ الٰہی سے پیغام اجل آجائے گا۔

غوثِ پاک (رضی اللہ عنہ) سے محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والی مسلمان بہنوں کو والدۂ سیدنا غوثِ اعظم (رحمۃ اللہ علیہما) سے سبق حاصل کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہیئے کہ نہ تو اخروی تیاری سے خود غافل ہوں اور نہ ہی اس معاملے میں کسی کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش فرمائیں، نیز اس راہ میں آنے والی تکلیفوں کو اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر خوش دلی سے برداشت کریں، تو امید ہے کہ آپ بھی بروزِ قیامت اور پھر جنت میں اپنی اکابرین کے ساتھ ہوں گی۔ کیونکہ رحمتِ کونین (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

''جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے۔'' (مشکوۃ)

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان بہنوں کو دین کی خاطر قربانی کا مزید جذبہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



# {54} میری بیٹی سے نکاح کرنا ہو گا

کہتے ہیں کہ جوانی کے دنوں میں سید ابو صالح (رحمۃ اللہ علیہ) بسلسلۂ ریاضت ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے، آپ نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ کچھ دیر بعد آپ نے دریا کے کنارے ایک سیب پڑا ہوا دیکھا، بے خیالی میں توجہ کئے بغیر اٹھا کر کھا لیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھا لیا ہے؟.........

اس خیال کے ساتھ ہی پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اس سے اجازت حاصل کریں۔ چند فرلانگ کی مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا، جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ آپ سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے۔ لہٰذا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بلا اجازت سیب کھا لینے کے لئے معافی کے خواستگار ہوئے۔

سید عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ خود خاصانِ خدا میں سے تھے، سمجھ گئے کہ نوجوان نیک و ہونہار ہے، چنانچہ امتحان لینے کی غرض سے کچھ عرصے کے لئے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ "اتنا عرصہ یہ خدمت انجام دو، اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔"

آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقتِ معین تک اسے سرانجام دیا۔ اس کے بعد پھر حاضرِ خدمت

ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔سید عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا،''ایک شرط اور باقی ہے، وہ یہ کہ میری ایک لڑکی' آنکھوں سے اندھی ...کانوں سے بہری ... ہاتھوں سے لنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے، اسے نکاح میں قبول کرلو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔'' حضرت ابوصالح (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا۔ بعدِ نکاح جب اپنی بیوی کو ملاحظہ فرمایا تو اسے ان تمام عیبوں سے خالی پایا جن کا ذکر کیا گیا تھا۔فوراً دل میں خیال گزرا کہ شائد یہ کوئی اور لڑکی ہے۔اسی پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر نکل آئے۔

باہر حضرت عبداللہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات ہوئی ،انھوں نے ان کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے کہا کہ'' بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے اس کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں، وہ بھی غلط نہ تھیں ....اس کو اندھی اس لئے کہا کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی ....بہری اس لئے کہا ہے کہ اس نے کبھی خلافِ شرع بات نہیں سنی، نیز کبھی خلافِ شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے لنجی اور لنگڑی بھی قرار دیا۔'' یہ سن کر حضرت ابوصالح (رحمۃ اللہ علیہ) بہت خوش ہوئے اور ایسی پرہیزگار زوجہ کے مل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ﴿مقدمہ زبدۃ الآثار،صفحہ ۱۲﴾

## حاصلِ مطالعہ

مذکورہ واقعہ پیرانِ پیر دستگیر روشن ضمیر سیدنا غوثِ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے والدین اور نانا جان کا ہے، جس سے ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

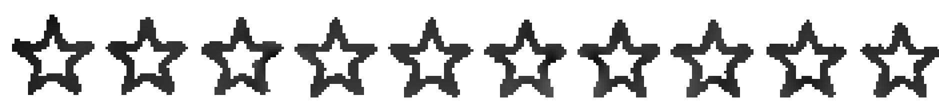
نیک اولاد، والدین کے لئے دنیا میں بھی عزت واحترام کا سبب بنتی

ہے اور ان شاء اللہ عزوجل بروزِ قیامت بھی باعثِ بلندیٔ درجات ثابت ہوگی۔ جب کہ گناہ گار و بدکار اولاد نہ صرف یہاں ذلت و رسوائی کا منہ دکھائے گی بلکہ وہاں بھی اس کے کارنامے والدین کو اپنا سر شرم سے جھکانے پر مجبور کر دیں گے۔

سیدنا عبداللہ صومعی (رحمۃ اللہ علیہ) کی صاحبزادی اگر نیک خاتون نہ ہوتی تو نہ تو آپ اس فخر کے ساتھ ان کا تعارف کرواسکتے اور نہ ہی اس شان کے ساتھ ان کا واقعہ تا قیامت بیان کیا جاسکتا۔

کاش! آج بھی مسلمان بہنیں اپنی اولاد خصوصاً لڑکیوں کو زیورِ علم وادب وتقویٰ و پرہیز گاری سے مزین کرنے کی کوشش فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کی مستحق ہوسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تربیتِ اولاد سے غافل نہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {55} مجھے اللہ کا خوف ہے......

مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عیال دار غریب عابد تھا۔غریبی اس قدر بڑھی کہ فاقوں کی نوبت آ گئی۔بامرِ مجبوری اس نے اپنی بیوی کو بچوں کے لئے کچھ لانے کے لئے باہر بھیجا۔وہ ایک تاجر کے گھر کے دروازے پر آئی اوراس سے کچھ مانگا تا کہ بچوں کو کھانا کھلائے۔اس آدمی کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا، چنانچہ اس نے کہا،''ٹھیک ہے میں تمہیں کچھ دوں گا مگر اپنا آپ میرے قابو میں دے دو۔'' وہ عورت خاموشی سے گھر کو واپس آ گئی ،لیکن جب واپس آ کر بچوں کی حالت دیکھی کہ بھوک سے قریب المرگ ہیں،تو مجبور ہو کر دوبارہ اس آدمی کے پاس پہنچ گئی اور دستِ سوال دراز کیا۔اس نے کہا''میری بات مانتی ہو؟''عورت نے کہا،''ہاں۔''

جب خلوت ہوئی تو عورت کا سارا بدن تھر تھر کانپ اٹھا،قریب تھا کہ اس کا جوڑ جوڑ اکھڑ جائے۔آدمی نے پوچھا،''تجھے کیا ہوا؟''...عورت نے کہا،''میں خدا تعالیٰ سے ڈرتی ہوں،اگر مجھے مجبوری کھینچ کر تیرے پاس نہ لاتی تو میں کبھی بھی اس گناہ کا ارتکاب نہ کرتی۔''...اس آدمی نے متعجب ہو کر کہا،''تو اس فقر وفاقے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے،تو مجھے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔'' چنانچہ وہ برائی سے رک گیا اور عورت کی ضرورت پوری کر دی۔وہ عورت بہت سامال لے کر اسے دعائیں دیتی ہوئی بچوں کی طرف لوٹ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ''فلاں ابنِ فلاں (یعنی اس تاجر) کو بتا دیں کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔''موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا،''شائد تو نے کوئی نیکی کی ہے، جو

تیرے اور تیرے خدا کے درمیان معاملہ ہے؟''...اس شخص نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔آپ نے اسے خوشخبری سنائی کہ''اس گناہ سے بچنے کے باعث اللہ عزوجل نے تیرے تمام گناہ معاف فرمادئے ہیں۔'' ﴿مکاشفۃ القلوب۔خوف خدا کا بیان﴾

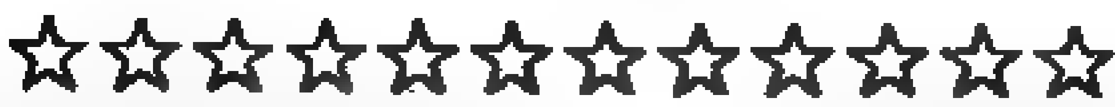
## حاصل مطالعہ

جب ارتکابِ گناہ کی راہ میں رکاوٹ بننے والے سارے دروازے بند ہو جائیں،تو اللہ عزوجل کا خوف ہی ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کو اس گندگی میں مبتلاء ہونے سے روک سکتی ہے۔اگر اس خاتون کے دل میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف نہ ہوتا تو یہ واقعہ کبھی بھی ہمارے لئے باعثِ درسِ عبرت نہ بن رہا ہوتا۔

نیز امید ہے کہ آپ نے واقعہ کے اس پہلو پر بھی غور کیا ہوگا کہ جب کوئی واقعی خلوص کے ساتھ اپنے رب عزوجل سے ڈرے تو دوسرے بھی اس کی برکات سے فیضیاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

آخرت میں کامیابی کے لئے فکر منداور موجودہ معاشرے کی اصلاح کا جذبہ رکھنے والی مسلمان بہنوں کو اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرنا بے حد ضروری ہے،تاکہ اس کی برکت سے نہ صرف ان پر نفس وشیطان کی گرفت کمزور ہو جائے ،بلکہ دوسرے بھی ان کی نورانیت کی برکت سے مجاہدۂ نفس وشیطان میں آسانی محسوس فرمائیں۔گھر بھر میں ایک بھی حقیقی خوفِ خدا رکھنے والا موجود ہو تو بقیہ افراد پر بھی اس کا ضرور مثبت اثر مرتب ہوتا ہے،لیکن اگر سب ہی بے خوفی کا شکار ہو جائیں تو پھر منفی اثرات کی کثرت اور ان کے باعث ہلاکت ہونے کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا حقیقی خوف عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



# {56} قابلِ عمل نصیحت......

مروی ہے کہ حضرت اسامہ بنت خارجہ غزاری (رحمۃ اللہ علیہا) نے اپنی بیٹی کو نکاح کرتے وقت فرمایا، ''بیٹی! تو ایک گھونسلے میں تھی، اب یہاں سے نکل کر ایسے بستر پر جارہی ہے، جسے تو خوب نہیں پہچانتی، ایسے ساتھی کے پاس جارہی ہے جس سے مانوس نہیں.....

اس کے لئے زمین بن جا، وہ تیرے لئے آسمان ہوگا.....

اس کے لئے بستر بن جا، وہ تمہارے لئے باعثِ تقویت ستون ثابت ہوگا.....

اس کے لئے لونڈی بن جا، وہ تیرا غلام ہوگا.....

اس سے کسی معاملے میں چمٹ نہ جا کہ وہ تمہیں پرے ہٹادے.....

اس سے دور نہ ہو ورنہ وہ تجھے بھلادے گا.....

اگر وہ تجھ سے قریب ہو تو تُو اس سے مزید قریب ہوجا اور اگر وہ تجھ سے ہٹے، تو تُو اس سے دور ہوجا.....

اس کے ناک، کان اور آنکھ (یعنی ہر طرح کے راز) کی حفاظت کر کہ وہ تجھ سے صرف تیری خوشبو سونگھے (یعنی راز کی حفاظت اور وفاداری پائے۔).....

وہ تجھ سے صرف اچھی بات سنے.....

وہ تجھ سے صرف اچھا کام ہی دیکھے۔..... ﴾مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۶۳﴿

## حاصل مطالعہ

مذکورہ سطور میں ایک ماں کی طرف سے اپنی صاحبزادی کے لئے مختلف نصیحتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ شادی کے بعد ایک اجنبی شخص کے پاس

جانا ہوگا، لھذا اس کے ساتھ بہتر وخوش گوار زندگی گزارنے کے لئے ہر اس کام سے پرہیز کرنا جس سے اسے بیزاریت محسوس ہو اور جس کی بناء پر اس کے دل میں تیرے لئے نفرت وکراہیت پیدا ہونے لگے، اور ہر اس کام کو اختیار کرنا جس سے اسے خوشی محسوس ہو اور اس کے دل میں تیری عزت ووقعت ومحبت میں اضافہ ہو مثلاً اس کی خوب خدمت کرنا، ہر جائز کام میں اس کی اطاعت کرنا، اس کے راز کی حفاظت کرنا وغیرہ۔

اگر سابقہ دور کا مشاہدہ کیا جائے تو منکشف ہوگا کہ بہت کم گھر ایسے تھے کہ جن میں آپس میں لڑائی جھگڑا ہوتا ہو.. یا.. اگر ہوا بھی تو طلاق تک نوبت پہنچی ہو۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ اس زمانے میں لوگ اپنی بچیوں کو ہماری بزرگان دین کی مثل زیورِ علم وادب سے آراستہ کیا کرتے تھے، نیز ایسی نصیحتیں کی جاتی تھیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے گھر جنت کا منظر پیش کیا کرتا تھا۔

لیکن اب فلموں ڈراموں کی برکات سے بھرپور معاشرے میں جس طرف بھی دیکھئے تقریباً ہر گھر میدانِ جنگ بنا ہوا ہے.... بات بات پر طلاقیں دی .. یا.. طلب کی جارہی ہیں.... ساس، نندوں سے علیحدہ گھر لینے کے مطالبے کئے جارہے ہیں، گویا کہ اب ہر گھر جہنم کا منظر پیش کر رہا ہے۔

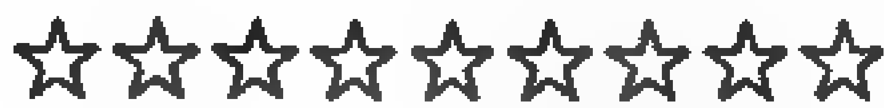
اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ اب بچیوں کو گھر بنانے کے نہیں بلکہ شوہر، ساس اور نندوں پر حکومت کرنے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونے کی کوشش مکروہ، لازماً فتنہ وفساد کا سبب بنتی ہے۔

پہلے زمانے میں اگر لڑائی جھگڑا ہوجاتا تو ماں باپ بچی کو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ لیکن اس دور میں بچی کی غلطیوں کے باوجود مختلف طریقوں سے اس کی حوصلہ افزائی کر کے معاملے کو طلاق تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

بہر حال اگر آج بھی اپنی محترم المقام بزرگان دین کی طرح' اولاد کی تربیت کا پاکیزہ سلسلہ جاری رکھا جائے ،تو ان شاء اللہ عزوجل معاشرے سے بہت سی برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایک بچی کی اچھی تربیت کا مطلب ، آنے والی نسلوں کی تربیت واصلاح کا انتظام کرنا ہے۔ کیونکہ آج کی بچی ،کل کی ماں ہے،اور ماں جتنی اچھی اوصاف کی مالکہ ہوگی' اس کی اولاد بھی اتنی ہی زیادہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے متصف ہوگی۔ اور یہی خوبیاں گھر کو گھر سے جنت میں تبدیل کردیں گی۔

اوراس کے برعکس بچی کی درست تربیت سے غافل ہونے کا مطلب ،کئی گھروں کے سکون وچین کی تباہی اور آئیندہ نسلوں کے روشن مستقبل کی بربادی ہے، کیونکہ ماں بننے والی یہ بچی اپنی مکروہ عادات کی بناء پر نہ تو گھر میں پرسکون ماحول بنا سکتی ہے اور نہ ہی اولاد کو سنوارنے کی صلاحیت رکھتی ہے، نتیجۃً کچھ ہی دنوں میں گھر ،گھر نہ رہے گا ،کسی پہلوان کا اکھاڑا ..یا..مبالغۃً جہنم کا منظر پیش کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان بہنوں کو بچیوں کی مثبت انداز سے تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {57}جوابِ لاجواب......

ایک قاضی صاحب کا طریقہ کار تھا کہ جب ان کو گواہوں پر شک ہوتا، تو ان کو الگ الگ کر دیتے، تا کہ ایک کی شہادت دوسرا نہ سن سکے۔ ایک مرتبہ ایک ایسے معاملے میں کہ جس میں مسلمانوں کی گواہی ضروری ہوتی ہے، ان کے سامنے ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے پیش ہوئیں۔ انہوں نے حسبِ عادت دونوں عورتوں کو الگ کرنا چاہا، تو ان میں سے ایک عورت نے قاضی صاحب سے کہا کہ، '' آپ سے خطا ہوئی، کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، ''

**فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰى**۔ تا کہ ایک دوسری کو یاد دلائے۔''

جب آپ ہمیں الگ کر دیں گے، تو وہ مقصد ہی فوت ہو جائے گا، جو شریعت کو مطلوب ہے۔'' قاضی صاحب اس جوابِ لاجواب کو سن کر اس عمل سے رک گئے۔ ﴿کتاب الاذکیاء، صفحہ ۲۳۱﴾

**وضاحت:۔**

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''**وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰى**۔ اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔'' (ترجمۂ کنز الایمان۔پ ۳۔بقرہ۔۲۸۲)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مردوں... یا... ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو نصاب مقرر فرمایا ہے۔ دو عورتوں کی حکمت بیان فرماتے ہوئے خود

ارشاد فرمایا کہ تا کہ بھولنے کی صورت میں ایک دوسری کو یاد کرا دے۔ واقعہ میں اسی جانب اشارہ ہے۔

## ﴿حاصلِ مطالعہ﴾

علم کی بے شمار برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کی بناء پر انسان دوسروں پر اکثر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، جب کہ جاہل شخص ہمیشہ دوسروں سے مرعوب اور پست ہی رہتا ہے۔ علم انسان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے، جب کہ جہالت احساسِ کمتری میں مبتلاء کروا دیتی ہے۔

قاضی صاحب کے پاس حاضر ہونے والی خاتون کا ان کی رائے پر غالب آ جانا، نیز بغیر مرعوب ہوئے اپنی دلیل پیش کرنا اسی برکتِ علمی کا ظہور ہے۔

عام مشاہدہ ہے کہ جو مسلمان بہن علمِ دین و دنیا جانتی ہے، دوسرے اس سے مرعوب و متاثر نظر آتے ہیں، اور وہ مسلمان بہن بآسانی دوسروں سے اپنی بات منوا سکتی ہے۔ جب کہ وہ مسلمان بہنیں جن کی معلومات ناقص ہوں، اکثر دوسروں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتی رہتیں ہیں، گفتگو کرتے ہوئے اعتماد سے خالی نظر آتی ہیں، نیز اہلِ علم کے درمیان خاموش رہنے میں ہی عافیت محسوس کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ کسی سے اطاعت کروا نہیں سکتیں، ہاں انھیں سب کی اطاعت ضرور کرنی پڑتی ہے۔

علمِ دین سے عاری مسلمان بہنوں کو چاہیئے کہ علمِ دین سے محرومی کے اسباب جان کر ان اسباب کو خود سے دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔ ان اسباب میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اہلِ علم کی صحبت چھوڑ کر جاہلوں کی صحبت میں رہنا.....

(۲) دینی کتب کا مطالعہ نہ کرنا.....

(۳) اگر مطالعہ کرنا، تو بے دلی اور مکمل توجہ سے نہ کرنا......

(۴) علمِ دین کی محافل سے دور بھاگنا......

(۵) سیکھ کر دوسروں کو نہ سکھانا......

(۶) اسے بوجھ محسوس کرنا.....

(۷) اس کے فضائل معلوم نہ ہونا.....

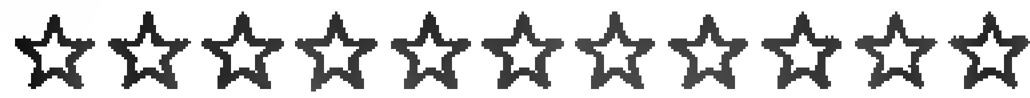
(۸) فضول اور گناہوں پر مشتمل گفتگو کثرت سے کرنا.....

(۹) مطالعہ کے لئے کوئی وقت مخصوص نہ کرنا.....

(۱۰) فضول.. یا.. برے خیالات جان بوجھ کر ذہن میں لانے کی عادی ہونا۔ وغیرہ وغیرہ

مسلمان بہنوں کو چاہیئے کہ علمِ دین کی دولت سے مالا مال ہونے کی کوشش فرمائیں تاکہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر دوسروں کی محتاجی اور احساسِ کمتری کا شکار نہ ہونا پڑے۔

اللہ تعالیٰ، ہماری مسلمان بہنوں کو علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کا شوق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {58} میں عبادت کیوں نہ کروں؟

ایک نیک شخص کے پڑوس میں ایک ضعیفہ خاتون رہائش پزیر تھی، جو اپنی طویل عمر کے باوجود مجاہدہ وریاضت میں بے حد کوشش کرتی تھی۔اس شخص کو اس کی حالت پر ترس آیا، چنانچہ وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ''آپ کو اتنی زیادہ محنت و مشقت نہیں کرنی چاہیئے، کچھ اپنے جسم و اعضاء کو بھی آرام دیجئے۔''

ضعیفہ خاتون نے جواب دیا، ''اگر میں اپنی جان کو آرام دینے لگوں، تو اپنے مالکِ حقیقی کے دروازے سے علیحدہ اور دور ہو جاؤں گی، اور جو دنیوی مشاغل کے باعث اس سے دور ہوا، اس نے خود کو عظیم آزمائش میں ڈالا۔اور اگر میں سعی وکوشش کے ساتھ عمل کروں، تو بھی میرے عمل کی حیثیت کتنی؟.....اور اگر میں کوتاہی کروں تو باقی کیا بچے گا؟.....حسرت وغم ان کو، جو آگے بڑھیں اور فراق انھیں، جو محبوب سے دور رہیں۔آگے بڑھنے والوں کی حسرت یہ کہ جب محشر میں قبروں سے مردے اٹھیں گے، صالحین نور کے براق پر سوار جنت کو جائیں گے، انھیں مقربین کے درجے ملیں گے، حور وغلمان ہاتھ باندھے خدمت کے لئے کھڑے ہوں گے، تو پیچھے والے کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے، اس وقت حسرت وغم سے ان کے قلوب پارہ پارہ ہوکر بہہ جائیں گے۔اور فراق یہ کہ لوگ میدانِ قیامت میں الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔رب ذوالجلال سب کو یکجا فرمائے گا، ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، ''وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ترجمہ: اے مجرمو! آج علیحدہ ہو

جاؤ۔ﷺ‘‘

اس دن شوہر اپنی بیوی سے، بیٹا ماں باپ سے اور دوست دوست سے الگ ہو جائے گا، کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ کسی کو عزت و تکریم کے ساتھ جنت بریں میں لے جائیں گے اور کسی کو زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر داخلِ جہنم کریں گے۔ جدا جدا راستے اور الگ الگ منزلیں ہوں گی، آنکھوں سے اشکوں کی نہریں جاری ہوں گی، جدائی اور فراق کے عالم میں ایک دوسرے کو انتہائی حسرت سے دیکھتے ہوں گے۔‘‘ اللہ کریم، اپنے کرم کے صدقے عذاب اور عذاب تک پہنچانے والے اعمال سے بچائے۔ آمین۔‘‘ (روض الریاحین، صفحہ ۱۸۰)

## حاصل مطالعہ

یہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ دنیا میں آمد کے مقصد سے کبھی بھی غافل نہ ہو۔ چاہے جوانی ہو.. یا.. بڑھاپا........ تنگ دستی ہو.. یا.. مالداری.......... حالتِ غم میں ہوں.. یا.. خوشی میں........ بیماری میں مبتلاء ہوں.. یا.. حالت صحت میں..............

کیونکہ بسا اوقات ایک لمحے کی غفلت' برسوں رنج و غم میں مبتلاء کر دا دیتی ہے اور کبھی اس کا نتیجہ ایمان کی بربادی اور اخروی ذلت و رسوائی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

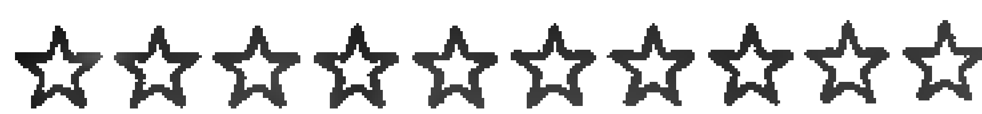
ہماری اکابرین کی زندگی کا مطالعہ و مشاہدہ کیا جائے، تو غفلت و کوتاہی کا دور دور تک نام و نشان نظر نہیں آتا، وہ اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت کے حصول اور جہنم سے بچاؤ کی تدبیریں اختیار کرتی رہا کرتی تھیں۔

واقعہ میں مذکور بوڑھی اور ضعیفہ خاتون کا حالتِ ضعف کے باوجود کثرتِ عبادت میں مشغول ہونا، اسی ہمت وجذبے کی عکاسی کر رہا ہے۔

اس سے ہماری ان مسلمان بہنوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ جو صحت وتندرستی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادات سے راہِ فرار اختیار کرنے اور اس کی نافرمانیوں کو باعثِ چین وقرار، قرار دینے میں بالکل جھجک محسوس نہیں کرتیں اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو فضول کاموں میں ضائع کرنے کی بناء پر انھیں کسی قسم کا رنج وفکر پریشان نہیں کرتا۔

انھیں بھی مذکورہ خاتون کے واقعہ کو بار بار پڑھ کر نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے عمل وکردار میں انقلابی تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر موڑ پر آخرت کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {59} ہر غم کی دوا......

ابو العباس بن احمد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ "شہر فاس میں ایک عورت تھی ، اس کو جب کوئی تلخی و تنگی اور پریشان کن صورتِ حال درپیش ہوتی تو وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھ کر اور آنکھیں بند کر کے کہتی "محمد (ﷺ)"...تو اللہ تعالیٰ اسمِ پاک کی برکت سے وہ پریشانی دور فرما دیتا۔

جب اس کی وفات ہوئی تو کسی قریبی رشتہ دار نے اس کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ "آپ نے قبر میں امتحان اور آزمائش میں مبتلاء کرنے والے دو فرشتے "منکر نکیر" دیکھے؟".....اس نے جواب دیا "ہاں! وہ میرے پاس بھی آئے تھے، لیکن جونہی میں نے ان کو دیکھا، تو حسبِ عادت اپنے ہاتھ چہرے پر رکھ لئے اور کہا "محمد (ﷺ)" جب میں نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو قبر میں ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔" (شواہد الحق صفحہ ۱۴۴۷)

### حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم (ﷺ) کو فیوض و برکات کا مجموعہ بنایا ہے۔ جس طرح آپ کی ذاتِ بے عیب اللہ تعالیٰ کی عطا سے کرم کی بارشیں برساتی نظر آتی ہے، اسی طرح آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی "محمد" منبعِ فیض و عنایت ہے۔ یہ وہ مقدس اور مبارک نام ہے کہ جس کے فضائل خود زبانِ سرکار (ﷺ) سے جاری ہوئے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(۱) جس کے لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام سے برکت کے حصول کے لئے اس کا نام محمد رکھے، تو وہ اور اس کا لڑکا، دونوں جنت میں

جائیں گے۔ (ابن عساکر)

(۲) بروزِ قیامت دو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیے جائیں گے، حکم ہوگا، ''انھیں جنت میں لے جاؤ۔'' وہ عرض کریں گے، ''یارب کریم! ہم نے تو کوئی عمل جنت والا نہ کیا تھا، پھر ہم اس کے مستحق کیسے ہو گئے؟''... اللہ عزوجل فرمائے گا، ''جنت میں جاؤ، کیونکہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام محمد.. یا.. احمد ہو، وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔'' (حافظ ابن کثیر)

(۳) اللہ عزوجل نے مجھ سے فرمایا، ''اپنی عزت وجلال کی قسم! جس کا نام تمہارے پر نام ہو، اسے جہنم کا عذاب نہ دوں گا۔'' (حلیۃ الاولیاء)

(۴) جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام کا شخص بھی ہو تو وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس کیے جائیں گے (یعنی ان پر روزانہ دو بار اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔) (مسند الفردوس)

اکابرینِ اسلام نے بھی اس نامِ پاک کے کئی فضائل بیان فرمائے ہیں، جن میں سے دو یہ ہیں۔

﴿1﴾ ابو شعیب حرانی، امام عطاء سے روایت فرماتے ہیں کہ جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو، تو اسے چاہیئے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے، **اِنْ كَانَ ذَكَراً فَقَدْ سَمَّيْتُهُ مُحَمَّداً**۔ اگر یہ لڑکا ہوا تو میں نے اس کا نام محمد رکھا۔'' ان شاء اللہ عزوجل لڑکا ہی ہوگا۔ (فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی)

﴿2﴾ سیدنا امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے، ''جس گھر والوں میں کوئی شخص محمد نام کا ہو، اس گھر میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔'' (شرح المواھب

للزرقانی)

**نوٹ:۔**

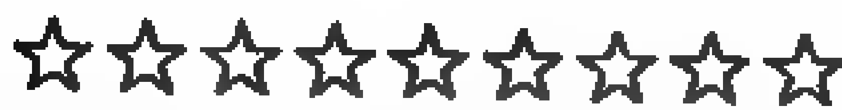
جب بچے کا نام محمد رکھیں تو پکارنے کے لئے کوئی دوسرا نام بھی رکھ لیں، مثلاً نام محمد اور پکارنے کے لئے بلال۔ کیونکہ فقط نامِ پاکِ اقدس رکھنے کی صورت میں ادب واحترام کے تقاضے پورے کرنا بہت مشکل ہے۔

ہماری اکابرین نہ صرف اس نامِ اقدس کی اہمیت سے اچھی طرح واقف تھیں، بلکہ اس کے فیوض سے حصہ حاصل کرنے میں کسی قسم کے بخل دستی سے بھی کام نہ لیتی تھیں، جیسا کہ آپ نے واقعہ میں ملاحظہ فرمایا۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ اس نامِ پاک کی برکات سے فیضیاب ہونے کو اپنے لئے بہت بڑی سعادت مندی تصور کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

لیکن یہاں ایک بات نہایت قابلِ توجہ ہے کہ اگر کسی موقع پر ''برکت طلب کرنے کی صورت میں'' مرضی کے مطابق نتیجہ حاصل نہ ہو، تو اسے اپنی نیت اور عمل کا قصور سمجھیں، جیسا کہ بسا اوقات انسان کا جسم کسی خرابی کی بناء پر اچھی سے اچھی دوائی کا اثر بھی قبول نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نامِ سرکار (ﷺ) کی برکات سے مکمل طور پر فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {60} حکمت اور گناہ سے دوری......

منقول ہے کہ ایک عجمی بادشاہ شکار کھیلنے کے لئے نکلا اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ اس کا ایک گاؤں پر سے گزر ہوا، وہاں اسے ایک بہت خوبصورت عورت نظر آئی۔ بادشاہ کا دل اس کی جانب مائل ہوگیا، وہ اس کے قریب گیا اور اپنا تعارف کروا کر گناہ کے ارادے کا اظہار کیا۔ عورت نے کہا کہ "میں پاکی میں نہیں ہوں، غسل کر کے آتی ہوں۔" پھر وہ اپنے گھر میں گئی اور فوراً ہی ایک کتاب لے کر باہر آئی اور بولی، "آپ اس کا مطالعہ فرمائیں میں ابھی آتی ہوں۔"

بادشاہ نے مطالعہ شروع کیا، تو اس میں زناء کی سزائیں لکھی ہوئی تھیں، جب اس نے وہ سزائیں پڑھیں، تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوا اور وہ فوراً توبہ کر کے وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ﴿ذم الھوی صفحہ ۲۶۹﴾

### حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا،

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔" (ترجمۂ کنز الایمان۔ پ ۱۴۔ النحل۔ ۱۲۵)

حسن تدبیر اور حکمت کا استعمال ضرور کامیابی سے ہمکنار کروا دیتا ہے۔ اگر وہ مسلمان بہن اس حکمت کا استعمال نہ کرتی، تو یقیناً بادشاہ کو گناہ سے روکنا کسی بھی طرح ممکن نہ تھا۔

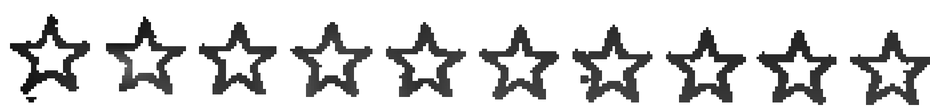
اس واقعے کو نمونہ بناتے ہوئے ہر مسلمان بہن کو چاہیئے کہ اپنے اطراف میں رہنے والوں کو خوب حکمت کے ساتھ دین کی طرف مائل کریں، خلافِ حکمت دعوتِ دین کے سبب، نہ تو کوئی گناہ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی نیک اعمال کی طرف رغبت پا سکتا ہے۔

اس واقعہ سے دینی کتب کے مطالعہ کی برکت بھی ظاہر ہوئی، اگر وہ عورت اسے زبانی سمجھانے کی کوشش کرتی، تو شائد اتنا اثر پیدا نہ ہوتا جتنا کہ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوا۔

لیکن اس پہلو پر بھی توجہ رہے کہ کلام اور کتاب کی تاثیر میں، موقع محل کے حساب سے فرق پیدا ہوتا رہتا ہے۔ بسا اوقات کتاب زیادہ فائدہ دیتی ہے جیسا کہ واقعہ سے معلوم ہوا.. اور.. بعض حالات میں کلام زیادہ مفید ہوتا ہے، جیسا کہ اجتماع وغیرہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

لھذا نیکی کی دعوت دینے والی مسلمان بہن کو سامنے والے کی حالت اور موقع محل کے اعتبار سے کلام اور کتاب میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہیئے، ان شاء اللہ عزوجل ان دونوں کا بروقت اور درست استعمال، اصلاحِ معاشرہ میں بے حد اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کلام اور کتاب کے استعمال کا فہم عطا کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



## {61} نورانی اور بابرکت لباس......

مروی ہے کہ بی بی اسماء بنتِ ابی بکر (رضی اللہ عنھا) کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب گھر کا کوئی فرد بیمار ہوتا تو پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جبہ شریف دھو کر اس کا پانی مریض کو پلاتی تھیں، جس کی برکت سے مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، صفحہ ۲۴۸)

### حاصل مطالعہ

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صحبت یافتہ چیزیں بھی، من جانب اللہ فیوض و برکات کا مجموعہ بن جاتی ہیں۔ ہماری اسلاف، اس روشن حقیقت کو جاننے کی بناء پر ان پرنور اشیاء سے دنیا و آخرت کے بے شمار فائدے حاصل کرنے میں بالکل سستی سے کام نہیں لیا کرتی تھیں۔ مذکورہ واقعہ اس بارے میں بطورِ دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔

اگر ان اسباب پر غور کیا جائے جن کی وجہ سے انھیں اس سعادت میں سے حصہ حاصل ہوا تو قرآن و حدیث اس معاملے میں رہنمائی کے لحاظ سے سرفہرست نظر آتے ہیں۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ نے سورۂ یوسف میں ''حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی آنکھوں کی بینائی چلے جانے کی خبر کے جواب میں'' حضرت یوسف (علیہ السلام) کا قول حکایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا،

''اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۔ میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل

جائیں گی۔"

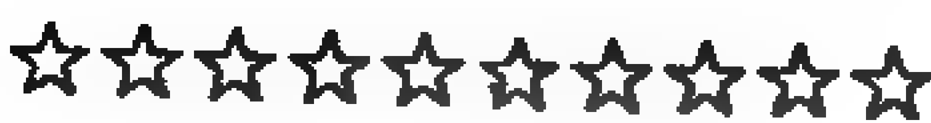
اس حکم پر کرتا ڈالنے کی بناء پر کیا برکت ظاہر ہوئی اس کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

"فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔" (ترجمۂ کنز الایمان۔ پ ۱۳۔ یوسف۔ ۹۳۔۹۶)

اور حدیثِ مبارکہ میں ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ (ﷺ) کی صاحبزادی کو غسل دینے کی تیاری کر رہی تھیں کہ رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے اور فرمایا، "جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع دینا"... جب ہم فارغ ہو گئیں، تو ہم نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے ہماری جانب اپنا تہبند مبارک پھینکا اور فرمایا، "اسے ان کے جسم کے ساتھ لگا دو۔" (بخاری و مسلم۔ بالاختصار).......

ہمیں بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اور بندیوں کے تبرکات کو خوب سنبھال کر رکھیں اور ان سے "جذبۂ محبت و عقیدت" کی روشنی میں مختلف طریقوں سے خود بھی فیضیاب ہوں اور دوسروں کو بھی نفع پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تبرکات کی اہمیت سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)



## {62} اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمائے

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ)، بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر آپ ٹیک لگا کر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد مسکراتے ہوئے جاگے۔ بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی، "یارسول (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟.... فرمایا، "میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے کچھ امتی راہِ خدا میں ایک سبز سمندر پر سواری کر رہے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھتے ہیں۔"

بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) نے عرض کی، "یارسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔" فرمایا، "تم انہی کے ساتھ ہوگی۔" یہ فرما کر آپ دوبارہ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر مسکراتے ہوئے جاگے۔ بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) نے حسبِ سابق سوال کیا، رسول اللہ (ﷺ) نے حسبِ سابق ہی جواب مرحمت فرمایا۔ عرض گزار ہوئیں، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمالے۔" رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، "تم پہلے گروہ میں داخل ہو نہ کہ دوسرے میں۔"

پھر آپ (حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی زوجہ) بنتِ قرظہ (رضی اللہ عنہا) کے ہمراہ بحری سفر پر نکلیں۔ جب واپس لوٹیں، تو اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں، لیکن چڑھتے ہوئے گر پڑیں اور اسی سبب سے آپ کا انتقال ہو

گیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۷)

**وضاحت:۔**

بنتِ ملحان، حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) کی خالہ ہیں۔ بعض علماء نے آپ کو پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضاعی والدہ اور بعض نے رضاعی خالہ قرار دیا ہے۔ حضرتِ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے دورِ خلافتِ عثمانی میں، ۲۸ ھ میں، قبرص میں سمندری جہاد فرمایا تھا۔ آپ کی زوجہ بنتِ قرظہ بھی ساتھ تھیں۔ بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) بھی اپنے زوج حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ شریکِ سفر ہوئیں۔ جب واپسی کے لئے ملکِ شام کی جانب متوجہ ہوئیں تو سواری سے گر کر انتقال فرمایا۔ آپ کو مرتبۂ شہادت حاصل ہے کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر مرفوعاً روایت فرماتے ہیں کہ ''جو اللہ کے راستے میں اپنے جانور سے گر کر مرا، وہ شہید ہے۔'' (عمدۃ القاری)

## حاصل مطالعہ

سمجھدار و کامل انسان کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اخروی فائدہ حاصل کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ایسے مواقع کو ضائع کر دینا 'بروزِ قیامت شدید پچھتاوے کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''کل بروزِ قیامت رات، دن کے ۲۴ گھنٹوں کو ۲۴ خانوں کی شکل میں بندے کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ جب ایک خانے کا دروازہ کھولا جائے گا، تو وہ اسے ان نیکیوں سے بھرپور پائے گا جو اس نے اس گھنٹے میں کی تھیں۔'' اس وقت اس کے دل میں ایسی خوشی پیدا ہوگی

کہ اگر اس خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کر دیا جائے، تو وہ اپنا عذاب بھول جائیں ۔پھر ایک اور خانے کا دروازہ کھولا جائے گا جو سخت سیاہ اور تاریک ہوگا۔اس خانے سے ایسی بدبو آئے گی کہ سب لوگ ناگواری سے اپنی ناک بند کرلیں گے ،یہ گناہوں کا گھنٹہ ہوگا۔اس کے دیکھنے سے دل پر ایسی ہیبت اور پریشانی طاری ہوگی، اگر اسے جنتیوں پر تقسیم کر دیا جائے، تو انھیں جنت کی نعمتیں بھی ناگوار محسوس ہوں۔ پھر ایک اور خانہ کھولا جائے گا، اس میں نہ اندھیرا ہوگا اور نہ ہی نور۔ یہ وہ لمحے ہوں گے، جنھیں ضائع کر دیا گیا تھا، اس وقت، ضائع کرنے والے کے دل میں ایسی حسرت و پشیمانی پیدا ہوگی، گویا کسی نے ایک خزانہ ..یا..سلطنت حاصل کی اور پھر اسے برباد کر دیا۔" (کیمیائے سعادت)

نیز اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں اس پر عائد کیں، احساسِ ذمہ داری کے باعث ان کی ادائیگی سے کبھی غافل بھی نہیں ہوتا۔چاہے ان ذمہ داریوں کا تعلق فقط اس کی ذات کے ساتھ ہو، جیسا کہ نماز و زکوۃ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ۔اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو۔(ترجمۂ کنز الایمان۔پ ا۔بقرہ۔۴۳)

....اور.....چاہے اس کی ذات کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی، جیسا کہ تبلیغِ دین۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

"وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ☆اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں

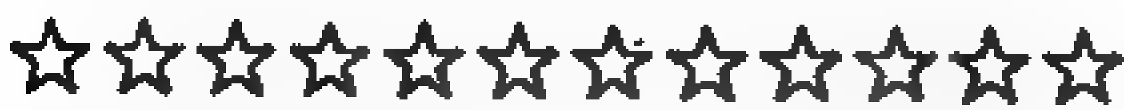
اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔"

(ترجمۂ کنزالایمان۔پ۴۔ال عمران۱۰۴)

بنتِ ملحان (رضی اللہ عنہا) کا شمار بھی انہی کامل انسانوں میں ہوتا ہے، کیونکہ آپ نے بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی سربلندی کے لئے جانے والوں کے ساتھ شرکت کی دعا کروا کر ابدی سعادت حاصل کرنے میں لمحہ بھر کی دیر نہ فرمائی۔

کاش! ہماری مسلمان بہنیں بھی اس واقعہ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ،بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں سے اخروی درجات کی بلندی کے سلسلے میں دعا کروانے میں بالکل دیر نہ کریں، نیز دین کی سربلندی کے لئے اگر سفر کا موقع میسر نہ آئے ،تو کم از کم اپنے گھر اور اطراف میں ہی اس فریضے کو سرانجام دینے کی کوشش فرمائیں۔انشاء اللہ عزوجل انھیں بھی اکابرینِ اسلام کی برکات میں سے حصہ عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اخروی فائدہ حاصل کرنے کے موقع سے فائدہ مند ہونے ..اور اپنے دین کی ترقی کی خاطر کوشش کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)



# {63} جہنم کی آگ پر صبر نہیں ہو سکتا

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت فرماتے ہیں کہ سابقہ زمانے میں جب کوئی شخص روزی کمانے کے لئے سفر پر روانہ ہوتا تو اس کے گھر کی عورتیں عرض کرتیں،

''صرف رزقِ حلال کے لئے کوشش کرنا، حرام کی طرف نظر بھی نہ کرنا، کیونکہ ہم بھوک وفاقہ پر تو صبر کر سکتے ہیں لیکن ہم سے جہنم کی آگ پر صبر نہیں ہو سکتا۔'' (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۲۶۱)

## حاصل مطالعہ

قرآن وحدیث کا گہری نظر سے مطالعہ اور پھر اس کی تعلیمات کو ذہن میں محفوظ رکھ کر عمل کی سعادت حاصل کرنا، انسان کو ہر معاملے میں انتہائی محتاط اور تقویٰ وپرہیزگاری کے بے حد قریب کر دیتا ہے۔ نیز اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نفس پر شدید گراں گزرنے والے کام بھی، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پھول کی مانند محسوس ہوتے ہیں۔

چونکہ ہماری رہنما اکابرینِ اسلام، گھر کی عمدہ تربیت کی بناء پر شروع ہی سے شرعی احکام کو سیکھنے اور اپنی عملی زندگی پر نافذ کرنے کی عادی ہوتی تھیں، لھذا انھیں زندگی کے کسی بھی موڑ پر نفس وشیطان کے ہاتھوں کھلونا نہیں بننا پڑتا تھا، بلکہ وہ نہ صرف خود شیطان کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوتی تھیں بلکہ، وہ دوسروں کو بھی اس کا حوصلہ فراہم کرتی تھیں۔

زیرِ نظر واقعہ میں ان کی بہترین تربیت کے عمدہ نتیجے اور نفس وشیطان کی راہ میں زبردست رکاوٹ بننے کا بیان ہے۔

رزقِ حلال کے بارے میں ان خواتین کی تلقین اور جہنم کی آگ پر صبر نہ کر سکنے کا اقرار درجِ ذیل قسم کی آیات واحادیث کی بناء پر تھا۔

(i) شاہِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''بیت المقدس میں ایک فرشتہ ہر شب یہ آواز دیتا ہے کہ جو حرام کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ سنت۔ (کیمیائے سعادت)

(ii) سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالی شان ہے کہ، ''جو گوشت حرام سے اگا ہے، اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے۔ (بیہقی)

(iii) سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ، ''جو بندہ مالِ حرام حاصل کرتا ہے تو اگر اسے صدقہ کرے، تو مقبول نہیں...خرچ کردے، تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں اور چھوڑ کر مرے، تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، ہاں نیکی سے برائی کو مٹا دیتا ہے۔ بے شک کوئی خبیث کو خبیث نہیں مٹاتا۔'' (مسند امام احمد بن حنبل)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا،

''وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ☆ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ☆ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۔ اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے، نہ (کسی مستحقِ عذاب کو) چھوڑے نہ (کسی کے بدن پر گوشت وکھال) لگی رکھے، آدمی کی کھال اتار لیتی ہے۔''

(ترجمۂ کنزالایمان۔ پ۲۹۔ المدثر۔ ۲۷۔۲۹)

مزید ارشاد ہوا،

"اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ☆ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ☆ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ☆ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ☆ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ☆ جَزَآءً وِّفَاقًا ☆ بے شک جہنم تاک میں ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، اس میں قرنوں رہیں گے، اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ نہ پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ، جیسے کو تیسا بدلہ۔" (ترجمۂ کنز الایمان۔پ ۳۰۔النبا۔۲۱۔۲۶)

لیکن افسوس! کہ ہمارے موجودہ دور کی مسلمان بہنوں کی صورتِ حال بے حد خراب ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے تو ہوش سنبھالتے ہی گھر میں تنگی کا رونا سننے کو ملتا ہے، گھر کے مردوں سے مختلف قسم کی فرمائشوں اور دنیا کے نامعقول تقاضوں کی تکمیل کی خاطر "حلال وحرام کی تمیز بھلا کر" زیادہ سے زیادہ کمانے کے ایسے مطالبے روز کا معمول نظر آتے ہیں، جن کے پورا نہ ہونے کی بناء پر سرپرستِ اعلیٰ کو طعنوں کا شکار بنتے دیکھا جاتا ہے۔ لھذا شروع ہی سے بچیوں کا ذہن بھی کچھ اسی قسم کا بن جاتا ہے۔ پھر والدین عموماً دین کی تعلیم کو قرآن کی عربی عبارت پڑھا دینے تک محدود کرنے کے عادی ہوتے ہیں، لھذا شرعی احکامات سے بھی ناواقفی رہتی ہے۔

اب جب گھر میں میدانِ جنگ کے مناظر دیکھنے اور علمِ دین کی برکات سے محروم رہنے والی بچی' خود کسی گھر میں جاتی ہے، تو گھریلو مناظر کی عملی تربیت اسے یہاں بھی پریکٹکل کرنے پر مجبور کر دیتی ہے، چنانچہ زبردست باطنی تقاضے کی بناء پر اس کی زبان سے بھی بالکل ویسے ہی مطالبات جاری ہوتے ہیں ،جنہیں اپنے گھر کی خواتین کو کرتے دیکھا جاتا رہا تھا۔ نتیجۃً یا تو لڑائی جھگڑے روز

کا معمول بن جاتے ہیں.. یا.. علیحدگی ہو جاتی ہے .. اور.. یا پھر شوہر حرام روزی کمانے کی جانب مائل ہو کر گھر بھر کو جہنم کا راستہ دکھانا شروع ہو جاتا ہے۔

کاش! روزی کے معاملے میں ہمیں اپنے رب کریم کے وعدوں پر کامل یقین ہوتا، جس کی برکت سے ہمارے قلوب مطمئن اور زبانیں شکوہ شکایت سے ہمیشہ کے لئے رک جاتیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

''وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے۔'' (ترجمہ کنز الایمان۔پ١٦۔طٰہٰ١٣٢)

مزید ارشاد ہوتا ہے،

''لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۔ اپنی اولاد قتل نہ کرو، مفلسی کے باعث۔ ہم تمہیں اور انہیں، سب کو رزق دیں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان۔پ٨۔الانعام١٥١)

مزید ارشاد فرمایا،

''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۔ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

(ترجمۂ کنز الایمان۔پ١٢۔ھود۔٦)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حلال روزی پر قناعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

## {64} آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں......

مروی ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنا ایمان لانا فرعون سے پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ جب کسی طرح اسے خبر ہوئی، تو اس نے آپ کو دین موسیٰ (علیہ السلام) سے پھر جانے کا حکم دیا، لیکن آپ نے اس کا کہنا نہ مانا۔ آپ کے انکار پر وہ سیخ پا ہو گیا اور اس نے طرح طرح کی سزائیں دینے کا حکم جاری کیا۔ آخرِ کار کیل لائے گئے اور انھیں بی بی آسیہ (رضی اللہ عنہا) کے بدن میں ٹھونک دیا گیا۔ لیکن آپ کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہ ہوئی، بلکہ ارشاد فرمایا،

''تو نے اگرچہ میرے بدن پر قابو پالیا، لیکن میرا دل میرے رب کی حفاظت میں ہے، اگر تو میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، تب بھی میرے ایمان اور محبتِ الٰہی میں اضافہ ہی ہوگا۔''

ایک مرتبہ موسیٰ (علیہ السلام) ان کے سامنے سے گزرے، تو بی بی آسیہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کو آواز دی اور کہا، ''اے اللہ (عزوجل) کے نبی! مجھے بتائیے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہے ..یا..ناراض؟''......انھوں نے ارشاد فرمایا، ''اے آسیہ! آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجھ پر فخر فرما رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کر۔''

آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ ''اے میرے رب! میرے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر فرما دے اور مجھے فرعون، اس کے عمل اور ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔''

اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ فرعون اپنی بیوی کو دھوپ میں سزا دیتا تھا۔ جب سزا دینے والے چلے جاتے، تو فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے اور وہ جنت میں اپنا گھر ملاحظہ فرمایا کرتی تھیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ''فرعون نے اپنی بیوی کے بدن میں چار کیل لگوائے (یعنی دو ہاتھوں اور دو پیروں میں) اور ان کے سینے پر چکی کا پاٹ رکھ کر چہرہ سورج کی جانب کر دیا تھا، اسی حالت میں آپ نے مذکورہ دعا فرمائی تھی۔''

اور حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے انھیں خوب نجات عطا فرمائی اور جنت میں ان کا رتبہ بلند کیا، وہ جہاں چاہے کھاتی پیتی ہیں۔'' (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۹۰)

## حاصلِ مطالعہ

اس ایمان افروز واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہماری اکابرین نے تقریباً ہر دور میں ہی دین کی خاطر سخت آزمائشوں کا سامنا کیا ہے، لیکن ان کی زبان پر نہ تو کبھی کلماتِ شکوہ شکایت جاری ہوئے اور نہ ہی ان مشقتوں کے باعث ان کی ہمت و استقامت میں کوئی کمی واقع ہوئی۔ بلکہ جیسے جیسے ان پر سزاؤں کا سلسلہ سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا، ان کے ایمان میں پختگی، اتنی ہی زیادہ بڑھتی چلی جاتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی انعامات کے سامنے ان سزاؤں کو معمولی سمجھ کر ہنسی خوشی برداشت کرلیا کرتی تھیں۔

اس پرفتن دور میں ''اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مسلمان گھرانے میں آنکھ کھل جانے کے باعث'' اگر چہ اسلام اختیار کرنے پر کسی بھی آزمائش کا

سامنا نہیں کرنا پڑتا،لیکن مغربی تہذیب کی محبت والفت کی گندی موسلا دھار بارش کے باعث، اپنے ظاہر وباطن کو آلودہ کر لینے والوں کی طرف سے، دینِ اسلام کی تعلیمات پر آزادانہ عمل پیرا ہونے کی راہ میں، اب بھی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔

ذکر کردہ واقعہ، ایسی آزمائش میں مبتلاء مسلمان بہنوں کے لئے ایک مرہمِ لاجواب اور رہنمائے کامل کی حیثیت رکھتا ہے۔انھیں بھی چاہیئے کہ ان آزمائشوں کو اللہ عزوجل کی جانب سے ''ہمت واستقامت'' کا امتحان تصور کرتے ہوئے زبردست صبر وتحمل کا مظاہرہ فرمائیں، کسی بھی موڑ پر ہمت نہ ہاریں اور اگر تکلیف ناقابلِ برداشت محسوس،تو بی بی آسیہ (رضی اللہ عنہا) کی مثل بارگاہِ الٰہی میں ''نجات اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کے لئے'' پرخلوص دعا مانگیں، ان شاء اللہ کوئی نہ کوئی بہتر راستہ ضرور نکل آئے گا، اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا،

''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ ۔ اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

(ترجمۂ کنز الایمان۔پ۲۶۔محمد ۷)

اگر اس قسم کی مسلمان بہنیں ہمت کا مظاہرہ فرماتی رہیں، تو ان شاء اللہ (عزوجل) ان کی یہ ہمت، دوسری بے شمار مسلمان بہنوں کے لئے حصول ہمت واستقامت کے سلسلے میں مشعلِ راہ ثابت ہوگی، جیسا کہ عام مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ واقعہ ان مسلمان بہنوں کو مثبت سوچ اور اپنے محاسبے کی راہ فراہم کرتا ہے کہ جو کسی بھی قسم کی آزمائش میں مبتلاء نہ ہونے کے باوجود بھی دینِ اسلام کی

ترقی اوراس کی تعلیمات کو عام کرنے کی خاطر اپنا وقت وہمت خرچ کرنے کے لئے بالکل تیار نظر نہیں آتیں..............

ایسی مسلمان بہنوں کی خدمت میں دائرہ ادب میں رہتے ہوئے عاجزانہ استفسار ہے کہ جب آپ کی بزرگ خواتین نے اتنی سخت آزمائشوں کے باوجود دین کو نہیں چھوڑا، تو آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ امن وسکون میں رہتے ہوئے بھی اس کی تعلیمات کو چھوڑ بیٹھی ہیں؟......

کیا آپ کو جنت نہیں چاہیئے؟...........کیا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بننا نہیں چاہتیں؟.......کیا آپ کی خواہش نہیں کہ آپ پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے فخر فرمائے؟.....اگر جواب ہاں میں ہے اور یقیناً ہوگا، بلکہ ہونا بھی چاہیئے، تو فوراً سے پیش تر ہمت کیجئے اور وقت بالکل ضائع نہ فرمائیں، کیونکہ اس زندگی کے بعد ارتکابِ نیک اعمال کے لئے کوئی دوسری زندگی نہیں دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان بہنوں کو دین پر ہمت واستقامت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

## حرفِ آخر:

محترم اسلامی بہنو! ایسی پاکیزہ سوچ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کے مدنی ماحول میں فراہم کی جاتی ہے۔جو اس مدنی مقصد کو لے کر میدانِ عمل میں آئی ہے کہ

''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔ان شاءاللہ عزوجل''

اپنی اصلاح کے لئے بہترین ذریعہ امیرِ اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری (دامت برکاتہم العالیہ) کے عطا کردہ ''مدنی انعامات'' پر عمل کرنا ہے۔

اس کے علاوہ صرف اسلامی بہنوں کے لئے دعوتِ اسلامی کا ہفتہ وار سنتوں بھرا باپردہ اجتماع کراچی میں ہر اتوار دوپہر تقریباً دو بجے، فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران نزد پرانی سبزی منڈی میں شروع ہو جاتا ہے۔ آپ بھی اس اجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب سنتوں کی بہاریں لوٹیں۔

**وما علینا الا البلاغ المبین**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

# مسلمان بہنوں کی حوصلہ افزائی ورھنمائی کے لئے کنزالعمال سے اخذ شدہ چند احادیثِ کریمہ

**(1)** مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ ((صلی اللہ علیہ وسلم)) نے عورتوں سے ارشاد فرمایا، ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو اور وہ شوہر اس سے راضی ہو، تو اس کو ایسا ثواب عطا کیا جاتا ہے کہ جیسے اللہ عزوجل کی راہ میں روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے والے کو ملتا ہے.... اور اسے دردِزہ پہنچنے پر ایسے ایسے انعامات دیئے جائیں گے کہ جن پر آسمان وزمین والوں میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا گیا.... اور وہ بچے کو جتنا دودھ پلائے گی، تو اسے ہر گھونٹ کے بدلے ایک نیکی عطا کی جائے گی.... اور اگر اسے بچے کی وجہ سے رات کو جاگنا پڑے، تو راہِ خدا عزوجل میں ستر (70) غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔''

**نوٹ:۔**

اس روایت سے شوہروں کو ناراض کرنے.... بچوں کی پیدائش سے راہِ فرار اختیار کرنے.... حسن وجمال کی خاطر سخت دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اپنے بچے کو پوڈر کے دودھ کے ذریعے پروان چڑھانے کو محبوب رکھنے... اور.... بچے کی خاطر رات میں اٹھنے پر شکوہ شکایت کر کے، ثواب ضائع کرنے والی مسلمان بہنیں ضرور اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی فرمائیں۔

**(2)** رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند فرماتا ہے کہ جو اپنے شوہر سے محبت رکھے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت

کرے۔''

**نوٹ:۔**

غیر مردوں سے بے تکلفی کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرنے والی بہنیں توجہ فرمائیں۔

**(3)** پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''عورتوں میں سے سب سے اچھی وہ عورت ہے کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے، تو اسے خوش کر دے..اور..جب وہ اسے کوئی حکم دے، تو اطاعت کرے..اور اپنی جان و مال میں سے کسی کے ذریعے شوہر کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔''

**(4)** سید دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ عورت کا گھر کا کام کاج کرنا، جہاد کرنے والوں کے رتبے کے برابر ہے۔''

**نوٹ:۔**

مصیبت' سمجھ کر گھر کے کام کاج سے راہِ فرار اختیار کرنے والی بہنوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

**(5)** سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''عورت حالتِ حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک (ثواب و مرتبہ) میں ایسی ہے، جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگرانی کرنے والا کہ ہر جہاد کے لئے تیار رہتا ہے...اور...اگر یہ درمیان میں مرگئی، تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔''

**نوٹ:۔**

سرحد کی حفاظت کرنے والے کے ثواب کے بارے میں

سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے،

☆اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر گھوڑا باندھنا، دنیاومافیھا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

☆اللہ کی راہ میں سرحد پر ایک دن اور رات گھوڑا باندھنا، ایک مہینہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے۔ (مسلم)

(6) رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشادِ گرامی ہے کہ "جب کوئی عورت اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، تو ہر گھونٹ کے پلانے پر ایسا اجر ملتا ہے کہ جیسے کسی جاندار کو زندہ کر دیا، پھر جب (دو سال بعد) دودھ چھڑاتی ہے، تو ایک فرشتہ نداء کرتا ہے کہ تیرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے، اب آگے جو کچھ کرے گی، نئے سرے سے شمار ہو گا۔"

**نوٹ:۔**

پوڈر کے دودھ کی عاشق بہنیں توجہ فرمائیں۔

(7) شفیعِ محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، "اے عورتو! یاد رکھو، تم میں سے جو نیک ہے وہ نیک مردوں سے پہلے جنت میں جائے گی، پھر جب شوہر جنت میں آئیں گے، تو ان عورتوں کو غسل دے کر اور خوشبو لگا کر سرخ اور زرد رنگ کی سواریوں پر شوہروں کے حوالے کیا جائے گا.. اور.. ان کے ساتھ ایسے بچے ہوں گے، جیسا کہ بکھرے ہوئے موتی۔"

**نوٹ:۔**

نیکیوں سے جان چھڑانے والی بہنیں غور کریں۔

**الحمد للہ رب العالمین۔**

## 1. الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ

یہ کتاب امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک تصنیف ہے جس کا زمانہ تصنیف پانچویں صدی ہجری ہے۔اس کتاب میں سیرت رسول ﷺ اور حقوق نبی ﷺ کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔اس کتاب کے بارے بزرگوں کا فرمان ہے کہ اس کا پڑھنے والا ڈوبنے، جلنے، طاعون کے مرض میں مبتلا ہونے نیز بیماری سے شفایاب اور مشکلات سے نجات پائے گا۔اس کا ترجمہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔کاغذ و جلد اعلیٰ، ابتدا میں بڑے خوبصورت انداز میں مقدس مقامات کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔

| کل صفحات | ھدیہ |
|---|---|
| حصہ اول: 336 | لیمی نیشن جلد 300 روپے |
| حصہ دوم: 322 | پکی جلد 350 روپے |

## 2. الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ ﷺ

یہ کتاب امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور اس کا زمانہ تصنیف نویں صدی ہجری کا ہے۔اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی سیرت کو بطریق معجزات بیان کیا گیا ہے۔یہ کتاب اپنے زمانہ تصنیف کے بعد معجزات رسول اکرم ﷺ پر لکھی جانے والی تصانیف میں تقریباً ہر ایک کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے جبکہ مصنف کی خاصیت یہ ہے کہ ان کو ہر "کتب فکر" والا ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس کا ترجمہ بھی مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جلدوں میں کیا ہے جبکہ اس کے شروع میں سیرت کے موضوع پر "علامہ شمس بریلوی" کا ایک بڑا تحقیقی مقدمہ ہے۔طباعت خوبصورت ہے۔ابتدا میں مقدس مقامات کی تصاویر بھی آویزاں ہیں۔

| کل صفحات | قیمت مکمل سیٹ |
|---|---|
| جلد اول: 536 | لیمی نیشن جلد 500 روپے |
| جلد دوم: 624 | پکی جلد 600 روپے |

## 3. تاریخ اسلام

یہ کتاب دورِ رسالت مآب ﷺ سے لیکر قیام پاکستان کے بعد تک کے تاریخی حالات

ہے۔ اس کو مشہور صحافی اور لیکچرار "جناب مرتضیٰ احمد خاں میکش مرحوم" نے دو جلدوں میں تصنیف فرمایا۔ آپ نے تقریباً دس سے زائد اخبارات میں صحافت کے فرائض سرانجام دیئے نیز پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ صحافت و اسلامیات میں بطور لیکچرار بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کتاب میں تاریخ کے ابتدائی طالب علم کے لئے بے تحاشہ معلومات جمع کی گئی ہیں۔ طباعت کے لحاظ سے عمدہ ہے۔

| قیمت مکمل سیٹ | کل صفحات |
|---|---|
| 500روپے | جلد اول:512 |
| | جلد دوم:432 |

5. تفسیر میزان الادیان

یہ کتاب اسلام اور دیگر ادیان کے تقابلی جائزے پر مشتمل ہے جس کے مصنف مشہور عالم دین سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ قاری یہ کتاب پڑھنے کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب میں واضح اور روشن فرق محسوس کرتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ واقعی اگر کوئی دین اس وقت لائق تقلید ہے تو صرف اسلام ہے۔

| قیمت | کل صفحات |
|---|---|
| مکمل سیٹ 400روپے | جلد اول 368 |
| جلد اول: 250روپے | جلد دوم |

6. کتاب الآثار

یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہ احادیث و آثار جمع کیے ہیں جن کی روشنی میں فقہ حنفی مرتب کی گئی۔ اس کتاب کو کئی مدارس دینیہ میں بطور نصاب پڑھایا بھی جاتا ہے۔ دینی طلباء و علماء اور عوام الناس کے لئے بہترین کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ مشہور مترجم مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی نے کیا ہے۔

| قیمت | کل صفحات |
|---|---|
| 225روپے | 432 |

7. بہار شریعت

یہ کتاب فقہ حنفی کی روشنی میں روزمرہ زندگی کے مسائل پر مشتمل ہے جس میں طہارت، نماز

## علامہ محمد اکمل قادری عطاری

### کی دیگر قابلِ مطالعہ کتب

